ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

شیخ التفسیر حضرت
مولانا احمد علی لاہوری

حضرت مدنیؒ اور اتباعِ سنّت!!

عبادتِ خداوندی کا یہ ذوق کہ شدید مرض کی حالت میں بھی نمازِ فجر میں طوال مفصل ہی پڑھا کرتے تھے۔ سنّت کی شیدائیت اتنے کمال کو پہنچی ہوئی تھی کہ جن امور کو ادنیٰ تعلق بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم سے ہو ان پر عمل کرتے تھے۔ دنیا کو حیرت ہوگی کہ دار العلوم کے چمن میں کیکر کا درخت لگوایا۔ لوگوں کو خیال ہوا کہ اس درخت سے کیا فائدہ؟ نہ اس میں پھول نہ پھل۔ نہ اس سے خوشنمائی نہ یہ زینتِ چمن، پھر کیوں لگوایا؟ تحقیق سے پتہ چلا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم نے کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہؓ سے بیعت لی تھی جو "بیعتِ رضوان" کے نام سے زبان زدِ خاص و عام ہے یہ درخت اس کی یادگار ہے۔

(مفتی مہدی حسن "الجمعیۃ" شیخ الاسلام نمبر ص ۵۲)

گزشتہ سے پیوستہ

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

کسی منصب پر غیر اہل کو بٹھانے والا ملعون ہے

ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو عام مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی ہو پھر اس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی و تعلق کی وجہ سے بغیر اہلیت معلوم کیے دے دیا اس پر اللہ کی لعنت ہے نہ اس کا فرض مقبول ہے نہ نفل یہاں تک کہ وہ جہنم میں داخل ہو جائے گا۔

(جمع الفوائد ص ۳۲۵)

بعض روایات میں ہے کہ جس شخص نے کوئی عہدہ کسی شخص کے سپرد کیا حالانکہ اس کے علم میں تھا کہ دوسرا آدمی اس عہدے کے لیے اس سے زیادہ قابل اور اہل ہے تو اس نے اللہ کی خیانت کی اور رسول کی اور سب مسلمانوں کی۔ (معارف القرآن)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیمات کو نظر انداز کر دینے کا نتیجہ ہے کہ تعلقات اور سفارشوں اور رشوتوں سے عہدے تقسیم کیے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نااہل اور ناقابل لوگ عہدوں پر قابض ہو کر خلق خدا کو پریشان کرتے ہیں اور سارا نظام حکومت برباد ہو جاتا ہے نیز مساجد میں ایسے لوگوں کو امام اور خطیب مقرر کیا جاتا ہے جو قرآن و حدیث سے بالکل بے خبر اور کورے ہوتے ہیں اور یہی لوگ معاشرہ میں انتشار اور تفریق کا باعث بنے ہوئے ہیں اور اس حدیث کے بموجب اس کی ذمہ داری انہیں لوگوں پر عائد ہوتی ہے جو ان کو ذمہ داری سونپتے ہیں۔

اور ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ (مجلسیں امانت داری کے ساتھ ہونی چاہئیں) مطلب یہ ہے کہ مجلس میں جو بات کہی جائے وہ اسی مجلس کی امانت ہے اس کی اجازت کے بغیر اس کو دوسروں سے نقل کرنا اور پھیلانا جائز نہیں۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ یعنی جس سے کوئی مشورہ لیا جائے وہ امین ہے اس پر لازم ہے کہ مشورہ وہی دے جو اس کے نزدیک مشورہ لینے والے کے حق میں مفید اور بہتر ہو اگر جانتے ہوئے خلاف مشورہ دیا تو امانت میں خیانت کا مرتکب ہو گیا۔ اسی طرح اگر کسی نے آپ سے اپنا راز کہا تو وہ اس کی امانت ہے بغیر اس کی اجازت کے کسی سے کہہ دینا خیانت ہے۔

اسلامی نظامِ حیات کو

سبوتاژ کرنیکی کوششیں

اعلان ۱۲ ربیع الاوّل کے ساتھ ملک میں اسلامی نظامِ حیات کی کسی نہ کسی درجہ میں بنیاد رکھی گئی۔

اس اعلان کے ذریعہ بنیادی طور پر جو باتیں سامنے آئی ہیں ان کے مطابق شریعت بنچ، زکوٰۃ و عشر اور چند شرعی سزاؤں اور تعزیرات کا نفاذ کیا گیا ہے۔

ہم نے شریعت بنچ میں علماء کرام کی مؤثر نمائندگی پر زور دیا اور پھر عرض کریں گے کہ اس کے بغیر اصل فوائد سے ہم محروم رہیں گے۔

زکوٰۃ و عشر کے متعلق سرسری طور پر ہم نے درخواست کی کہ کاروباری طبقہ کے مشورہ سے انکم ٹیکس وغیرہ کے سلسلہ میں گفتگو کر کے اس کو صحیح اور مؤثر بنایا جائے۔ یہ بات بھی از حد افسوسناک ہے کہ بینک میں موجود دولت جس پر سُود کا سلسلہ باقاعدہ ابھی چلے گا اس میں سے زکوٰۃ بھی ادا ہو گی جبکہ یہ صورتِ حال کسی طرح پسندیدہ نہیں۔ سُود کی وجہ سے وہ مال حرام کی آمیزش کا شکار ہو جائے گا۔ اس لیے ضرورت ہے کہ جرأتِ رندانہ سے کام لے کر سُود کے شیطانی قلعہ پر اتنی زبردست بمباری کی جائے کہ یہ پیوندِ خاک ہو کر رہ جائے۔ اسی طرح عشر کے سلسلہ میں وہ بے لاگ طرزِ عمل اختیار کیا جائے کہ زمین کی پیداوار کا بلا حیل و حجت عشر ادا کیا جائے۔ اس سلسلہ میں کسی قسم کی تحدید بھی جائز نہیں اور نہ یہ فلسفہ صحیح ہے کہ ضروری اخراجات کے بعد بقیہ پیداوار میں سے عشر دیا جائے،



جلد: ۲۴ —— شمارہ: ۳۲

۹ مارچ ۱۹۷۹ء ؁ ۹ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ

اس شمارے میں

رئیس الادارہ
پیرِ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ

مدیر منتظم: میاں محمد اجمل قادری
مدیر: سعید الرحمٰن علوی
مدیر معاون: صالح محمد حضروی

بدل اشتراک	سالانہ ۶۰/۰۰ روپے، ششماہی ۳۰/۰۰ روپے
	سہ ماہی ۱۵/۰۰ روپے - فی پرچہ ۱/۰۰ روپیہ

جیسا کہ ڈاکٹر دوالیبی صاحب نے فرمایا اور ابتداً میں مودودی صاحب کی طرف بھی منسوب ہو کر یہ بات سامنے آئی لیکن بعد میں انہوں نے اس کی تردید کر دی اور کہا کہ میں تے دوالیبی صاحب کی رائے سُنی تھی خود کچھ نہیں کہا تھا۔

جہاں تک شرعی حدود و تعزیرات کا تعلق ہے اس میں یہ بات طے شدہ ہے کہ اسلامی حدود کو اپنی اصل شکل میں رکھنا از بس ضروری ہے، ان میں کمی بیشی کا کسی کو قطعاً حق نہیں لیکن تعزیرات کے معاملہ میں یہ بات نہیں بلکہ ان کا معاملہ قاضی کی رائے پر ہے کہ وہ حالات اور احوال کے پیشِ نظر اپنی رائے سے تعزیر نافذ کرے۔ کوئی قانون اگر اس قسم کی کوئی تعزیر متعین کر دیتا ہے جیسا کہ ہماری حکومت نے بعض معاملات میں کیا ہے، تو یہ شرعاً صحیح نہیں۔ اس پر ہماری حکومت اور اس کے دینی مشیروں کو غور کرنا چاہیئے۔

اصل بات جو عرض کرنی ہے وہ یہ ہے کہ ان بنیادی اقدامات کے خلاف بعض عناصر عجیب و غریب انداز سے سرگرم عمل ہیں جن کا واضح مقصد یہ ہے کہ ملک میں یہ نظام پروان نہ چڑھ سکے۔

اس سلسلے میں لادین و ملحد عناصر کی بات تو اپنی جگہ ہے کہ وہ فکری کجروی اور گمراہی کا شکار ہیں اور نہیں چاہتے کہ دنیا میں اسلام کا نظام عدل نافذ ہو سکے۔ پاکستان اگر واقعی اسلامی سٹیٹ ہے تو یہاں کے حکمرانوں کو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ کیے بغیر ایسے عناصر کو لگام دینا چاہیئے اور ان کی کمین گاہوں کا سختی سے محاسبہ کرنا چاہیئے۔ اگر روس سے لے کر امریکہ تک کسی بھی نام نہاد مہذب ملک میں وہاں کی فکر و سوچ کے خلاف گفتگو اور پروپیگنڈا درست نہیں تو ہمارے یہاں ایسا کیوں ہے؟

دوسرا طبقہ ان عناصر کا ہے جو جرائم کے ماحول میں پروان چڑھا۔ وہ اپنی عادات کے پیشِ نظر ایسی حرکات سے باز نہیں آئیں گے تاوقتیکہ انہیں عبرت ناک سزائیں نہ دی جائیں۔ فیصل آباد بینک ڈکیتی کیس اسی سلسلہ کی کڑی ہے جس کا اب تک کوئی نتیجہ سامنے نہیں آیا۔

تیسرا طبقہ انتظامیہ کا ہے جو لارڈ میکالے کے نظامِ تعلیم کا پروردہ ہے۔ اس طبقہ کے ذہن و دماغ کی جو کیفیت ہو چکی ہے وہ سرطان زدہ مریض جیسی ہے، لیکن یہ عیار طبقہ اپنی فریب کاری سے ہر حکومت کی ناک کا بال بن جاتا ہے اور اپنے آپ کو ملک و قوم کے لیے ناگزیر ثابت کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ اس طبقہ کی سخت گوشمالی اور اس میں گھُسے ہوئے سفید ہاتھیوں اور کالی بھیڑوں کو قتل کے مجرم ذوالفقار علی بھٹو سے پہلے پھانسی پر لٹکانا ضروری ہے ورنہ یہ ناٹک ملک میں برابر جاری رہے گا۔ یہ اسی طبقہ کی کارستانی ہے کہ بعض اضلاع کے ایکسائز افسروں نے افیونیوں پر "کرم" شروع کر دیا ہے اور واقفانِ حال کے مطابق پی۔ آئی۔ اے میں "شراب" کا دھندا جاری ہے۔ (واللہ اعلم) ہم زور دے کر یہ کہیں گے کہ اس طبقہ کو کیفرِ کردار تک پہنچانے میں کوئی رعایت نہ برتی جائے، ورنہ حکومت کے ساتھ ساتھ اسلام بھی تماشا بن جائے گا اور خدا کا دین تماشا بنے گا تو خالقِ کائنات کا غضب ہمیں لے ڈوبے گا۔

چوتھا طبقہ جو ہمارے خیال میں انتہائی مضرت رساں ہے، وہ ہے دوست نما دشمنوں کا طبقہ، جو اپنی تقریر و تحریر کے ذریعہ اسلامی نظام کی برکات و اہمیت کا بھی اقرار کرتا ہے لیکن دوسرے ہی سانس میں سوسائٹی اور معاشرت کے حوالہ سے نکتہ چینی سے بھی گریز نہیں کرتا۔

بعض وہ سیاسی عناصر جو آجکل فرقہ وارانہ

کشیدگی بڑھانے میں مصروف ہیں وہ اگر اپنی تقریروں میں ایسی پھل جھڑیاں چھوڑیں تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ انتقام کی آگ میں جل رہے ہیں لیکن وہ عناصر جو حکومت میں شریک اور اس کے حلیف ہیں وہ یہ طرزِ عمل اختیار کریں تو اس کو کیا نام دیا جائیگا؟ اس سنگین صورتِ حال کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ ملک کے کثیر الاشاعت اخبار "جنگ" کراچی کی اشاعت مجریہ ۲۷، ۲۸ فروری ۱۹۷۹ء میں جناب مودودی صاحب کا طویل مضمون دو قسطوں میں چھپا ہے جس کا عنوان ہے "اسلامی قانون"۔

اس طویل مضمون میں مودودی صاحب نے ہندوستان (تقسیم سے قبل) اور اسلامی دنیا کا جائزہ پیش کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ سعودی عرب کے سوا کوئی ملک ایسا نہیں جس میں شریعت کو ملکی قانون کی حیثیت حاصل ہو، لیکن روحِ شریعت وہاں بھی غائب ہے۔ (اشاعت ۲۷ فروری صـ۲ کالم ۳)

اس کے بعد انہوں نے اور بہت کچھ ارشاد فرمانے کے بعد نظامِ شریعت کے ناقابلِ تقسیم ہونے پر گفتگو فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ:

> "شارع نے یہ نقشہ اس لیے بنایا ہے کہ یہ پورے کا پورا ایک ساتھ قائم ہو نہ اس لیے کہ آپ حسبِ منشا اس کے کسی جزء کو جب چاہیں لے کر قائم کر دیں، بغیر اس کے کہ دوسرے اجزاء اس کے ساتھ ہوں"۔

(اشاعت ۲۸ فروری صـ۳ کالم ۳)

اس ارشاد سے جہاں جزوی قوانین کے نفاذ پر طعن اور نکتہ چینی واضح ہے وہاں یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ نماز روزہ وغیرہ فرائض بجا لانے والے کارِ بیکار میں مشغول ہیں جب تک کہ وہ پورے نظام کو نافذ نہ کریں، اور یہ بات موصوف کی کتابوں سے بالکل واضح ہے۔

اس کے بعد اسی اشاعت میں اسی صفحہ پر کالم نمبر۴ میں آپ نے چور اور زانی کی سزاؤں پر گفتگو کرتے ہوئے اپنے سابقہ موقف کو بطورِ خاص دہرایا ہے اور بڑے واضح انداز میں لکھا ہے کہ جس سوسائٹی میں سود کے بغیر قرض نہ ملتا ہو، جہاں بیت المال کی بجائے بینک اور انشورنس کمپنیاں ہوں، جہاں حاجت مندوں کی مدد کے بجائے ان کے لیے دھتکار اور پھٹکار ہو، جہاں ہر شخص اپنی کمائی میں دوسروں کا کوئی حصّہ نہ سمجھے، جہاں کا معاشرتی نظام چند لوگوں کو دولت سمیٹنے کا موقعہ مہیا کرے، اور سیاسی نظام قوانین کے ذریعہ ان کے مفادات کی حفاظت کرے۔۔۔۔ ایسی سوسائٹی میں چور کا ہاتھ کاٹنا کیا معنی؟ شاید اکثر حالات میں تو اس کو سرے سے سزا دینا ہی درست نہیں، کیونکہ اس قسم کی سوسائٹی میں چوری کو جرم قرار دینا دراصل یہ معنی رکھتا ہے کہ خود غرض اور حرام خور لوگوں کے مال کی حفاظت پیشِ نظر ہے۔

آگے چل کر زنا کے متعلق بھی اسی قسم کے ارشادات ہیں کہ:

> "یہ حکم اس گندی سوسائٹی کے لیے نہیں جس میں ہر طرف جنسی جذبات کو بھڑکانے کے اسباب پھیلے ہوئے ہیں، گلی گلی اور گھر گھر فحش گیت بج رہے ہیں، جگہ جگہ فلم اسٹاروں کی تصویریں لٹکی ہوئی ہیں، شہر شہر اور قصبے قصبے سینما درسِ عشق دے رہے ہیں، نہایت گندہ لٹریچر آزادی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے، بنی سنوری خواتین کھلے بندوں پھر رہی ہیں، زندگی کے ہر شعبہ میں جنسی اختلاط کے مواقع بڑھ رہے ہیں اور نظامِ

معاشرت نے اپنے بے ہودہ رواجوں سے نکاح کو بہت مشکل بنا دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی سوسائٹی میں تو زنا کرنے والے کو سزا دینے کے بجائے زنا سے پرہیز کرنے والے کو انعام یا کم از کم خان بہادری کا خطاب ملنا چاہیئے۔"

موصوف کے ان ارشادات پر ہم کوئی تبصرہ کیے بغیر یہ گذارش کرنا چاہتے ہیں کہ آپ کی جماعت اقتدار میں مؤثر طور پر شریک ہے اور اس کے پاس اہم ترین وزارتی مناصب ہیں۔ آپ سمیت آپ کی جماعت کے ذمہ دار لوگ اور وزراء بڑھ چڑھ کر بیان دے رہے ہیں اور صدر مملکت سے بڑھ کر آپ کو دنیا سے مبارک و سلامت کے پیغام موصول ہو رہے ہیں، تو پھر آپ کا یہ ارشاد کیوں؟ کیا آپ نے اپنے سابقہ خیالات کو اس مضمون میں نہیں سمویا، جن میں آپ شرعی سزاؤں کو ظلم فرما رہے ہیں؟

اور کیا یہ موجودہ نظام کے ساتھ خلوص کا مظاہرہ ہے؟ ہم نے صبح قیامت اللہ کے حضور حاضر ہو کر جواب دینا ہے۔ ہم کسی منفی جذبہ کے تحت یہ نہیں لکھ رہے، لیکن یہ بات ہماری سمجھ سے بالا ہے کہ ہمارے حلیف یہ باتیں کریں تو ہم ان کے پیچھے پنجے جھاڑ کر پڑ جائیں اور ہم خود، ہمارے حلیف ایسا کہیں اور لکھیں تو وہ صحیح اور درست ہو؟ . . . .

ہماری دانست میں یہ رویہ اسلامی نظام کو سبوتاژ کرنے کے مترادف ہے اور ہم ذمہ دار حضرات سے گذارش کریں گے کہ جہاں پچھلے تین طبقات کا محاسبہ اور ان سے نسبتاً وسیع تر مفادات کے لیے ضروری ہے وہاں چوتھے طبقہ کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ انسانی تاریخ میں اکثر و بیشتر نقصان اپنوں کے ہاتھوں ہوا ہے۔ ہم حکومت کے ساتھ ساتھ قومی اتحاد کی قیادت سے گذارش کریں گے کہ وہ صورتحال کی سنگینی کا نوٹس لے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی محنت و کوشش دانستہ یا نادانستہ طور پر سبوتاژ کر دی جائے۔ ایسا ہوا تو ملک و قوم کا جو نقصان ہو گا وہ تو ہو گا ہی، ہم اسلام کی جگ ہنسائی کا ذریعہ بن جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اصلاحِ احوال کی توفیق بخشے۔

ایک جائزہ اور صحیح مطالبہ

گذشتہ روز لاہور کے مرکزی مقام ریگل چوک کی مسجد شہداء میں تعلیم القرآن سوسائٹی کے زیر اہتمام سنٹر تعلیم بالغاں کی افتتاحی تقریب منعقد ہوئی، جس میں حضرت مولانا عبید اللہ انور، مولانا منظور احمد چنیوٹی اور دوسرے حضرات شریک ہوئے۔ اس موقع پر مولانا چنیوٹی کی تجویز و تحریک اور مولانا عبید اللہ انور کی تائید سے ایک قرارداد منظور ہوئی جس میں ارباب اختیار سے مطالبہ کیا گیا کہ سرکاری ملازمت کے لیے دوسری شرائط کے ساتھ قرآنِ کریم ناظرہ پڑھنے کی شرط لگائی جائے اور اس کا باقاعدہ امتحان ہو، جبکہ کلیدی آسامیوں کے لیے ناظرہ قرآن کے ساتھ ساتھ ترجمہ کی بھی شرط رکھی جائے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے حالات اور یہاں کی ضرورتوں کے پیشِ نظر یہ مطالبہ انتہائی اہم ہے اور اس بات کی ضرورت ہے کہ

نسلِ انسانی کی نجات

حضور رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

کی کامل اتباع میں مضمر ہے!

بعد خطبہ مسنونہ!

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ○ صدق اللہ العظیم ○

"اے پیغمبر کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اتباع کرو۔ اللہ تمہارے ساتھ محبت کریگا"۔

خالقِ کائنات کا احسانِ عظیم ہے، جس نے ابتدائے آفرینش سے انسانوں کی رشد و ہدایت کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ الذہب شروع فرمایا اور اس کی آخری کڑی سید الکائنات، فخرِ موجودات ہمارے آقا و مولا حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام قرار پائے۔ آپ کی بعثت کے یوم سے لے کر تا قیامِ قیامت جتنی بھی نسلِ انسانی اس دنیا میں اپنے مقررہ وقت کے مطابق پیدا ہو گی۔ آپ کی نبوت و رسالت اور ختمِ نبوت پر ایمان لائے بغیر فلاح نہیں پا سکتی۔ آپ کی نبوت و رسالت قیامت تک کے لیے ہے۔ ایک خاص قوم، ملک اور ماحول تک محدود نہیں ہے۔ قرآن کریم نے واضح طور پر اعلان کیا :

وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیراً و نذیراً

"ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا"۔

جب آپ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے نبی و رسول ہیں، تو آپ کی ذاتِ بابرکات بھی تمام نسلِ انسانی کے لیے مشعلِ فیض، چراغِ راہ بلکہ کامل و مکمل اور اکمل نمونہ اور اسوۂ حسنہ ہے۔ آپ کی سیرتِ طیبہ ہر لمحہ ایک مومن کی نگاہوں کے سامنے رہنی چاہیئے، تاکہ زندگی کا ہر شعبہ سیرتِ طیبہ کی روشنی سے منور ہو جائے۔

ماہ ربیع الاوّل کے اس مہینہ میں ہر طرف سیرت کے نام پر جلسے منعقد ہوتے ہیں۔ آپ کی سیرت کو اپنانے اور حرزِ جاں بنانے کی تلقین و نصیحت کی جاتی ہے لیکن جونہی یہ مہینہ اختتام کو پہنچا۔ جلسوں اور میلاد کی محافل کی صف بھی لپیٹ دی جاتی ہے اور گیارہ ماہ سیرت کے بیان سے زبانیں مقفّل رہتی ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ قرآن و حدیث اور سیرتِ مبارکہ کو ہمہ پوسط

سال بیان کیا جاتا۔ جھوٹے قصوں، من گھڑت واقعات اور وضعی روایات سے سامعین کی سمع خراش سے اجتناب برتا جاتا، لیکن ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

علماء کی اکثریت نے بھی عوام کی خواہشات کے احترام میں دینِ حقہ کی اشاعت اور اتباعِ سنت کی تلقین سے منہ موڑ لیا ہے۔ نفسانی اغراض کو دین کے نام پر فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ رسم و رواج ہی کو ترقی دی جا رہی ہے اور سنت کے نور سے لوگوں کو دن بدن دُور کیا جا رہا ہے۔ آپ ربیع الاوّل کے مہینہ کی رسومات کا جائزہ لیں کہ قوم کا رجحان کس طرف ہے۔

۱۲ ربیع الاوّل کو جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں۔ عمارات اور مکانوں کو خوشنما پھولوں اور خوش رنگ قمقموں اور روشنیوں سے سجایا جاتا ہے۔ ڈھول، طبلے، باجے، گھنگرو اور طنبورے کی آواز کے ساتھ جلوس نکلتے ہیں۔ نوجوان علیحدہ بھنگڑا ڈال رہے ہیں۔ بیل گاڑیوں اور گڈوں پہ فحش گانوں کی ریکارڈنگ کا مشغلہ بھی جاری ہے۔ نمازیں قضا ہو رہی ہیں، لیکن اذان کی طرف دھیان نہیں۔ اس کے علاوہ بھی وہ کچھ مناظر سننے میں آتے ہیں کہ الامان والحفیظ اور اس سب کو جشنِ میلاد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ پُرفتوح کو اجر و ثواب پہنچانے کا نام دیا جاتا ہے۔ فواحسرتا، کیا اس سب کچھ کا نام محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے؟ کیا یہ امور قرآن و سنت کے مطابق انجام پاتے ہیں؟ کیا آپ کی محبت کے یہی تقاضے ہیں! کیا ربیع الاوّل کا یہی پیغام ہے؟ اور کیا محبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی افعال ہوتے ہیں؟

قرآن و حدیث کا مطالعہ کیا جائے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالاتِ زندگی کو پڑھا جائے اور تابعین و تبع تابعین کے فرمودات و اقوال کو دیکھا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ سب کچھ بعد کی ایجاد ہیں، جس کا ثبوت تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔

تاریخ ابنِ خلکان میں ہے کہ سلطان صلاح الدین نے ۵۸۶ھ میں ایک شخص کو شہر اربل کا گورنر مقرر کیا، جس کی کنیت ابو سعید اور لقب ملک المعظم مظفر الدین تھا۔ یہ شخص انتہائی عیاش مسرف، بے دین اور کتاب و سنت کے علم سے عاری تھا۔ مروّجہ محفلِ میلاد اور رسومات کو اسی شخص نے ایجاد کیا اور میلاد کے جلوس کا بانی مبانی یہی ملحد شخص ہے۔ امام بصری رحمۃ اللہ علیہ نے "قول معتمد" میں لکھا ہے کہ ھو اوّل من احدث من الملوک ھذا العمل "یعنی یہ وہ پہلا بادشاہ ہے جس نے اس مجلسِ مولود کو ایجاد کیا"۔

اس نے اپنے قلعہ کے ساتھ ہی ناچ گھر بنوا رکھا تھا۔ جہاں محرم اور صفر کے مہینہ میں ہی بھانڈ، میراثی، گویّے، شاعر اور واعظین جو عبدالدرہم والدینار تھے، ناچ گھر میں اکٹھے ہوتے۔ رقص و سرور کی محفلیں میلاد کے نام پر ربیع الاوّل میں منعقد ہوتیں۔ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ "مرآۃ الزمان" میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب ناچ شروع ہوتا اور محفل خوب گرم ہوتی تو یہ بادشاہ خود بھی ناچنا شروع کر دیتا۔ ویرقص بنفسہ۔

علماء سوء کی خوب آؤ بھگت ہوتی۔ ابوالخطاب عمر ابن دحیہ وہ پہلا شخص ہے جس نے ان رسومات کو سندِ جواز مہیا کی اور التنویر فی مولد السراج المنیر" کے نام سے کتاب لکھی، اور ایک ہزار اشرفی انعام میں بادشاہ سے حاصل کی۔

"لسان المیزان" میں علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ شخص ظاہر المذہب، ائمہ دین،

خطبہ جمعہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا تقاضا ہے

کہ

امتِ محمدیہ زیادہ سے زیادہ ذکرِ خداوندی کرے

اور

قال و حال سے یادِ خداوندی میں محو ہو جائے

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبَیداللہ انور مدّظلہم ○

الحمد للہ وکفیٰ و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امّا بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :۔

یا ایہا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکرًا کثیرًا ۙ وسبّحوہ بکرۃً وّ اصیلاً ○

(پ۲۲، س الاحزاب، آیت ۴۱-۴۲)

ترجمہ : اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کیا کرو اور اس کی صبح و شام پاکی بیان کرو۔

حاشیہ شیخ الاسلامؒ یعنی حق تعالےٰ نے اتنا بڑا احسان فرمایا کہ ایسے عظیم الشان پیغمبر اور پیغمبروں کے سردار محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہاری ہدایت کے لیے بھیجا اس پر اس کا شکر ادا کرو۔ اور منعم حقیقی کو کبھی نہ بھولو۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے، رات دن، صبح و شام ہمہ اوقات اُس کو یاد رکھو۔

حاصل یہ نکلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ عظمیٰ کے صدقے اور اس احسانِ عظیم کے شکرانہ کے طور پر کہ مسلمانوں کو ان کا امتی بنایا گیا اور ختم المرسلینؐ کا غلام اور پیروکار شمار کیا گیا۔ جملہ ملتِ اسلامیہ کا فرض ہے کہ وہ اپنے اللہ کو کثرت سے یاد کرے۔ ہمہ اوقات اس کے ذکر میں شاغل رہے اور کسی وقت اور کسی لمحہ بھی یادِ الٰہی سے غفلت نہ کرے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ عظمیٰ، رحمتِ عامہ، نبوتِ دائمہ اور ہدایتِ تامہ کا انعام عظیم بھی ہمیشہ رہنے والا ہے، انمٹ، ہمہ وقتی اور ابدی ہے اس لیے ادائے شکر اور احسان شناسی کے طور پر اُس کی یاد بھی ہر لمحہ، ہر گھڑی، ہمہ اوقات

اور بہر حال کثرت سے اور ہمیشہ ہونی چاہیئے اس کا ذکر لاتعداد، ان گنت اور بے شمار ہونا چاہیئے۔ اور اس کی یاد سے کسی وقت اور کسی حال میں بھی ایک بندۂ خدا کو غافل نہیں ہونا چاہیئے۔

حضراتِ محترم! ربیع الاول کا مبارک مہینہ جس میں ہمارے آقا و مولا اور نوعِ انسانی ہی نہیں تمام عالمین اور ان میں موجود مخلوقات کے محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے تھے اب اختتام پذیر ہے۔ ماہ ربیع الاول میں تمام مسلمانوں نے بالاتفاق آپؐ کی سیرت طیبہ پر مجالس منعقد کیں، اجلاس کئے اور آپؐ کے اسوۂ حسنہ کے مختلف گوشے اپنی اپنی بساط کے مطابق بیان کئے اور ذکرِ رسولؐ سے دلوں کو گرمایا اور سب سے بڑھ کر اس ملک میں آپؐ کی لائی ہوئی شریعت کے نفاذ کا آغاز ہوا جس سے ہر صاحبِ ایمان نے خوشی اور مسرت محسوس کی اور سکھ کا سانس لیا۔ تاہم اب اسی پر سارے اسلام اور سیّد دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ لافانی نظام اور پروگرام کا اختتام نہیں ہو جاتا۔ یہ تو محض اظہارِ عقیدت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حلفِ وفاداری ہے، حق تعالےٰ سبحانہٗ کے حضور ہدیۂ عقیدت کی ایک جھلک ہے، کام تو اب شروع ہونا ہے، پروگرام پر عمل کا وقت تو اب آیا ہے اور کھوٹے اور کھرے کی پہچان تو ابھی ہونی ہے۔ چنانچہ اب ہمارا فرض ہے کہ کمر ہمت باندھ کر اپنے آپ کو وقفِ دین کے لیے وقف کر دیں اور ایمان اور اسلام کی کسوٹی پر خالص اور کھرے مسلمان ثابت ہوں۔

اللہ تعالےٰ جل شانہٗ نے مذکورہ آیت میں ہمیں حکم دیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کے احسانِ عظیم اور آپؐ کی جلالت شان اور بلندترین مقام کے پیشِ نظر امّتِ محمدیہؐ کو زیادہ سے زیادہ ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنا چاہیئے۔ اور ہر آن یادِ خداوندی میں لگے رہنا چاہیئے۔

پس مسلمانانِ پاکستان پر اب اور زیادہ لازم ہو جاتا ہے کہ ربیع الاوّل میں کئے گئے عہد کے مطابق ہم خدا کے دین کی سربلندی اور نظامِ اسلام کے نفاذ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے تن من دھن سب کچھ وقف کر دیں اور ملّتِ اسلامیہ کو سیسہ پلائی دیوار بنانے کے لیے کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کریں۔

حال اور قال

یاد رکھیئے! ذکرِ خداوندی قال اور حال دونوں سے لازم ہے۔ قال سے ذکر اور یادِ خداوندی یہ ہے کہ انسان اپنی زبان کو ذکرِ الٰہی سے ہمیشہ تر رکھے اور دل میں بھی اسی کا خیال رکھے۔ حتیٰ کہ اس کا کوئی سانس بھی یادِ خداوندی سے خالی نہ جائے اور ذکر اس کی طبیعتِ ثانیہ بن جائے۔

حال سے یادِ الٰہی اور ذکر یہ ہے کہ اپنے اعضاء و جوارح کو احکامِ الٰہی اور ارشاداتِ نبویؐ کی تعمیل میں لگائے رکھے۔ بالفاظِ دیگر شریعت مطہرہ اور سنتِ نبویہؐ اس کی طبیعت ثانیہ بن جائے اور وہ چلتا پھرتا اسلام نظر آئے۔

وضاحت

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ احکام خداوندی کی پیروی فقط نماز، حج، روزہ، زکوٰۃ اور سنن و مستحبات کی

پابندی پر ہی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ ہر وہ کام اس میں آ جاتا ہے جو اللہ کے دین اور جناب محمدؐ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے پروگرام کی ترویج و اشاعت، نفاذ اور سربلندی کے لیے کیا جائے۔ اس میں مخالفینِ اسلام کی سرکوبی اور دفاع ملک و قوم کے لیے کی جانے والی تمام مساعی، کارروائیاں اور اقدامات شامل ہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم اور ملک و قوم کی ترقی اور دفاع کے لیے فوجی تربیت حاصل کرنا، ہتھیار بنانا وغیرہ ساری چیزیں دین کا جزو ہی نہیں بلکہ عین دین ہیں۔ ہاں مسلمان اور کافر میں فرق یہ ہے کہ مسلمان ایسے تمام کام محض خدا کی رضا کے لیے، دینِ خداوندی کی سربلندی کے لیے اور انسانیت کے فائدے کے لیے کرتا ہے اپنی ذات اور ملک و قوم کے لیے نہیں کرتا اور نہ ہی ان مساعی اور کاموں کو مقصود بالذات تصور کرتا ہے۔ مقصود بالذات وہ فقط حق تعالےٰ سبحانہٗ کو جانتا ہے اور ایسے کام انجام دیتے ہوئے بھی وہ یادِ الٰہی سے کسی لمحہ غافل نہیں ہوتا۔ اس صورت میں ذکر الٰہی یہ ہے کہ اُس کے ہاتھ "کار" میں یعنی کام میں لگے ہوتے ہیں مگر دل "یار" یعنی اللہ تعالےٰ کے ساتھ مشغول ہوتا ہے۔ اسی کو صوفیاء "دست بکار، دل بیار" اور ملکۂ یادداشت کہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ تمام مسلمانوں کو یہ ملکۂ یادداشت عطا فرمائے۔

اس کے برعکس کافر تمام کام اپنی ذات اور ملک و قومیت کے لیے کرتا ہے اور اپنی عنانِ فکر اللہ کے ہاتھ میں نہیں دیتا جس کے نتیجہ میں انسانیت اور نوعِ انسانی عناد و فساد کی گود میں چلی جاتی ہے اور "خسر الدنیا والآخرۃ" کا مصداق بن جاتی ہے۔ اسلام زمین پر امن و آشتی اور سکون و راحت کا پیغامبر ہے اور "کفر" — فساد، قتل و غارتگری اور بے چینی کا نقیب — اسلام جنّت کا گہوارہ ہے اور کفر — جہنّم زار کا منظر — اللہ تعالےٰ ہم سب کو سمجھ نصیب فرمائے۔ اور اسلام کے دامنِ رحمت میں رکھے۔ آمین!

قرآن مجید میں ذکر کے طریقے

محترم حضرات :- یہ حقیقت جان لینے کے بعد ہم پر بدرجۂ اتم اور اولیٰ یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ ذکرِ الٰہی کریں۔ قرآن مجید میں ذکر کو کئی طریقوں سے بیان فرمایا گیا ہے :-

۱- مطلق — جیساکہ مذکورہ پہلی آیت ۴۱ میں ہے۔ "اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کیا کرو بہت ذکر کرنا" (۲) مقید — جیسا کہ دوسری آیت مذکورہ ۴۲ میں ہے — "اللہ کی تسبیح کیا کرو صبح و شام" (۳) غفلت و نسیانِ ذکر سے روکا گیا ہے جیسے کہ سورۂ حشر (ع ۳) میں ارشاد ہے۔ "مت بنو تم ویسے جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا اور ان کو نسیان میں چھوڑا (۴) فلاح و نجات — کو کثرتِ ذکر پر معلق فرمایا" واذکر اللہ کثیرًا لعلکم تفلحون" اللہ کا ذکر بہت بہت کیا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ (۵) ذکر کرنے والوں کی مدح و ثناء فرمائی جیسے سورہ احزاب آیت ۳۵ میں فرمایا "اور بہت یاد کرنے والے مردوں اور بہت یاد کرنے والی عورتوں کے لیے بخشش اور بڑا اجر تیار کیا گیا ہے" (۶) ذکر سے

غفلت کرنے والوں کے گھاٹے اور نقصان کا اعلان فرمایا۔ "اے ایمان والو! تمہارا زر و مال اور تمہاری اولاد تم کو اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں جس نے ایسا کیا وہ نقصان اٹھانے والا ہے (منافقون) (۷)، ذکر کو جملہ اعمال سے افضل قرار دیا۔ "ولذکر اللہ اکبر" اور اللہ کا ذکر تو بہت بڑھ کر ہے۔ (۸) اعمال کے اختتام پر ذکر کا بیان کیا ہے۔ جیسے۔ "تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کو یاد کرو کھڑے، بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے ہوئے" (نساء ع ۱۵) "جب نماز (جمعہ) ہو چکے تو اپنی اپنی جگہ پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل کی تلاش کرو اور اللہ کا بہت بہت ذکر کرو تاکہ تم فلاح پاؤ" (جمعہ ع ۲) "جب مناسکِ حج پورے کر چکو تب اللہ کا ذکر کرو۔" (بقرہ ع ۲۵)

حدیث پاک میں بھی اختتام حیات پر جنت کے داخلہ کا وعدہ ہے۔ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ۔ (۹) اسی طرح سورہ آل عمران میں ذاکرین کے بارے میں کہا گیا ہے "بے شک نشانیاں ہیں عقل و مغز والوں کے لیے جو اللہ کو کھڑے بیٹھے اور کروٹوں پر یاد کیا کرتے ہیں (۱۰) ذکر روح الاعمال ہے جیسے کہ ارشاد ہے "وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ" "نماز کو قائم کرو میرے ذکر کے لیے۔ اور دوسرے مقام پر فرمایا" وَاِنَّمَا جُعِلَ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ وَالسَّعْىُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَرَمْىُ الْجِمَارِ لِاِقَامَةِ ذِكْرِ اللّٰهِ خانہ کعبہ کا طواف، صفا و مروہ کے درمیان سعی اور کنکریوں کا چلانا ذکر الٰہی کی اقامت کے لیے مقرر ہوا ہے۔

سب سے بہتر لوگ

قرآن پاک کے بعد احادیث میں بھی ذکر کی بے پناہ فضیلت بیان ہوئی ہے مگر یہاں صرف ایک حدیث پر اکتفا کیا جاتا ہے ـــ ابو درداءؓ سے مسند امام احمد میں روایت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا میں تمہیں آگاہ نہ کروں کہ تمہارے اعمال میں بہتر کیا ہے۔ اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے ستھرا کیا ہے اور تمہارے درجات میں سب سے بلند تر کیا ہے۔ اور جو زر و سیم کے خرچ سے بھی بہتر ہے اور جو اس سے بھی بہتر ہے کہ دشمنوں کو ملو۔ اُن کی گردنیں کاٹو یا وہ تمہاری گردنیں کاٹیں ـــ صحابہؓ نے عرض کیا۔ "اے اللہ کے رسولؐ! وہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ "اللہ کا ذکر۔"

جس سے ثابت ہوا کہ ذکراللہ سب سے بہتر عمل ہے۔

پس اے عزیزانِ گرامی! ہمیں اس بہترین عمل کا قرآنی تعلیمات اور سنّتِ مصطفویؐ کے مطابق پورا پورا التزام کرنا چاہیئے اور زبان و دل اور اعضاء و جوارح کو ذکر الٰہی اور یادِ خداوندی سے شادکام رکھنا چاہیئے۔ نیز سیرتِ نبویؐ کی روشنی کو چار دانگِ عالم میں پھیلانے کا اہتمام کرنا چاہیئے۔

ہمیشہ کے لیے نمونۂ عمل

آخر میں گذارش ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا نور صرف ربیع الاوّل تک ہی محدود نہیں اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہمیں اپنی زندگیوں میں، اپنی اولاد کی زندگیوں میں، ساری ملّتِ اسلامیہ کے افراد (مرد و زن)

کی زندگیوں میں اور آنے والی نسلوں کی زندگیوں جاری و ساری کرنے کا سوچنا چاہیے اور یہ اُسی وقت ممکن ہے کہ ہم اپنے آپ کو ہمہ اوقات ۔ اور ہر حال میں اللہ کی یاد میں مصروف رکھیں ۔ زبان و دل سے بھی ذکرِ خداوندی کریں اور قال و حال سے ذکرِ خداوندی کا مظاہرہ کریں۔

ربیع الاول کے بعد ربیع الثانی میں بعض دوست مطلعِ ولایت کے ماہتابِ کامل پیرانِ پیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی محبوبِ سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی گیارھویں منانے کی تقریب میں مصروف ہو جاتے ہیں، کیونکہ ولایت کا یہ نیّرِ تاباں ماہِ ربیع الثانی میں ہی آنکھوں سے اوجھل ہوا تھا۔ لیکن یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ وہی فرزندِ اسلام تھے جنہوں نے قال و حال سے ذکرِ خداوندی اور یادِ الٰہی کے انوار و برکات سے ایک عالم کو منور کیا تھا اور ذکرِ خداوندی اور سنتِ نبوی پر عمل ہی کے ثمرات ہیں کہ ان کی ولایت کا نور ایک دنیا کو اپنے احاطہ میں لیے ہوئے ہے۔ چنانچہ ولایت کے اس بدرِ کامل کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کا بھی یہی ایک طریق ہے کہ ان کی راہ پر چلا جائے۔ انکے لگائے ہوئے باغ کو ذکرِ خداوندی اور اعمالِ صالحہ کا پانی دے کر سرسبز و شاداب رکھا جائے۔ ان کی کتب اور ان کے مواعظ کی اشاعت کی جائے، اس سے ان کی روح خوش ہو گی۔ پس ہمیں اصل کام جس کا خداوندِ قدوس نے ہمیں حکم دیا ہے، اسے جاری رکھنا چاہیے اور نظام مصطفےٰ کی عملی ترویج اور نفاذ کے لیے ہمہ تن مصروف ہو جانا چاہیے۔

الحمد للہ ہمارا سلسلۂ طریقت بھی قادری ہے۔ ہم بھی شیخ الشیوخ حضرت پیرِ پیران سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے طریقت میں حلقہ بگوش ہیں اور ہم بھی ان کو اپنا عظیم محسن تسلیم کرتے ہوئے ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔

ہمارے ہاں ہر مجلسِ ذکر میں جو یہاں شیرانوالہ میں صرف جمعرات کی شام کو، اور ہمارے اکابر کے ہاں ہر روز مغرب کی نماز کے بعد منعقد ہوتی ہے، پہلے گیارہ مرتبہ قل شریف یعنی سورۂ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب حضرت شیخ کی روح کو پہنچایا جاتا ہے اور پھر ذکرِ خداوندی کی مجلس برپا ہوتی ہے اور ان کی جلائی ہوئی مشعل کو زندہ رکھنے کی حتی المقدور کوشش کی جاتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ ذکر کیا جاتا ہے اور اسی کی "تلقین" تمام احباب و متوسلین کو کی جاتی ہے۔ گویا اس طرح بھی شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے طریق کے مطابق اور حکم خداوندی "اذکروا اللہ ذکرا کثیرا" کی تعمیل میں ذکر و فکر کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو زیادہ سے زیادہ ذکر و فکر کی توفیق عطا فرمائے اور قال و حال سے یادِ خداوندی کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔ (آمین یا الٰہ العالمین)

بقیہ: شذرہ

اس کو فوری طور پر قانونی شکل دی جاسکے۔

کسی بھی ملک میں جو شعبے نظامِ مملکت کے لیے انتہائی اہم ہوتے ہیں ان میں انتظامیہ، عدلیہ اور مقننہ بنیادی ستون ہیں۔ ان شعبوں میں کام کرنے والے حضرات باقی تو بہت کچھ پڑھ لکھ کر آتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آخری اور سچی کتاب قرآنِ مجید سے عام طور پر نابلد ہوتے ہیں، جو انتہائی افسوسناک ہی نہیں بلکہ شرمناک حرکت ہے اور ایک مسلم معاشرہ میں اس کا تصور ہی بھیانک ہے۔

کتابِ الٰہی سے اس بُعد اور دُوری کے منحوس اثرات پوری اجتماعی زندگی کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں اور چاروں طرف کرپشن پھیل جاتی ہے۔

اس لیے یہ وقت کا انتہائی اہم تقاضا ہے کہ اس جائز اور صحیح مطالبہ کو فوری طور پر تسلیم کیا جائے اور اس پر عمل در آمد کی صورت نکالی جائے۔ بلکہ ہم آگے چل کر یہ کہیں گے کہ اس وقت جو لوگ ملازمتوں میں ہیں ان کے لیے بھی ایک خاص وقت مقرر کیا جائے کہ وہ اس وقت میں اس کمی کو پورا کریں۔

دعائے صحت کی اپیل

جمعیت علماء اسلام پاکستان کے امیر محترم حضرت حافظ الحدیث درخواستی زید مجدہم کراچی میں ڈیڑھ ماہ زیرِ علاج رہنے کے بعد خانپور تشریف لے آئے ہیں۔ آپ کی طبیعت پہلے سے کافی بہتر ہے۔

جبکہ حضرت مولانا عبد الحق حقانی بانی مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کراچی جناح ہسپتال کے سپیشل وارڈ میں ماہر امراضِ چشم ڈاکٹر کرمانی صاحب، کے زیرِ علاج ہیں۔ گذشتہ ہفتہ حضرت موصوف کی دوسری آنکھ کا آپریشن بخیر و خوبی ہو گیا۔

تنظیم فضلائے حقانیہ کراچی مولانا حسین احمد آپ کی خدمت کے لیے مستقل وہاں موجود ہیں... اللہ تعالیٰ ہر دو حضرات سمیت تمام اکابر ملت و مشائخِ عظام کو صحتِ کاملہ سے سرفراز فرمائے۔ احباب سے دعاؤں کی خصوصی درخواست ہے (ادارہ)

بقیہ: مجلسِ ذکر

سلف صالحین کی غیبت کرنے والا۔ خبیث اللسان، متکبر، احمق اور کذب بیانی میں مشہور تھا۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے کیا حکیمانہ بات ان محدثات کے بارہ میں ارشاد فرمائی کہ یہ "التزام مالایلزم" ہے یعنی یہ امور وہ ہیں جن کے التزام کو شریعت نے لازم قرار نہیں دیا، لہذا ان سے چھٹکارا حاصل کرنا ہی بہتر ہے"

اذان ہو رہی ہے، اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ خداوند قدوس ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا محب بنائے اور آپ کی سیرت سے اپنے اعمال اور کردار کو سنوارنے کی توفیق سے نوازے۔

وضاحت

گذشتہ شمارہ میں "طلبہ کی دنیا" کے عنوان سے جمعیۃ طلبۂ اسلام کے کنونشن کی رپورٹ ظہیر میر صاحب صدر پنجاب جمعیۃ کی مرتب کردہ ہے، سہواً نام رہ گیا ادارہ معذرت خواہ ہے!

پاکستان / امیدیں اور اندیشے

مولانا محمد الحسنی ندوی، لکھنؤ

ہمارا پڑوسی ملک پاکستان جس سے ہمارے گوناگوں مذہبی، تاریخی، سماجی، جغرافیائی اور سیاسی رشتے ہیں۔ اور وہ اسی تحتی برّاعظم کا ایک حصہ اور اس وسیع خاندان کا ایک فرد ہے، آج ایک طویل اور تھکا دینے والے سفر کے بعد دوراہے پر کھڑا ہے۔ تیس سال کے اس طویل اور پر مشقت سفر میں اس ملک کو جتنے ہچکولے لگے ہیں اس نے اس کے اندر ایک طرح کا خوف اور بے اعتمادی پیدا کر دی ہے۔ اب خوش آئند مستقبل اور امید افزا علامتوں کو بھی دیکھ کر اس کے دل میں یہ اندیشہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کے بعد مصائب و مشکلات کے کتنے پہاڑ اس کو کاٹنے پڑیں گے — اس کیفیت کا سب سے بڑا سبب صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ اس کو اس طویل عرصہ میں مخلص، سنجیدہ اور فعال قیادت بہت کم نصیب ہوئی۔ بارہا رہبروں کی صورت میں رہزنوں نے اس کی متاع دین و دانش کو لوٹا، اس کا خون چوسا یا بے دردی سے بہایا، سیاست کی عالمی منڈی میں اس کو فروخت کرنے کی کوشش کی۔

آج جس جگہ یہ ملک کھڑا ہے، وہ جگہ امیدوں اور اندیشوں کے بالکل درمیانی نقطہ پر ہے۔

شعبان ۱۳۹۸ھ مطابق جولائی ۷۸ء میں ہم لوگوں کو اسلامی ایشیائی کانفرنس میں شرکت کا موقع ملا۔ کانفرنس کے اختتام کے بعد اس ملک کو پہلی بار اچھی طرح دیکھنے کی نوبت آئی۔ اس سفر میں اللہ تعالیٰ کی جو تائید و نصرت نظر آئی اور ہمارے دوستوں، بھائیوں، بزرگوں اور کرم فرماؤں نے جس غیر معمولی تعلق و محبت اور تعاون اور ہمدردی کا مظاہرہ کیا اس کے ذکر سے میں ان کے بے پایاں خلوص، ان کے امنڈتے ہوئے جذبات اور ان کے لطیف و نازک احساسات کو مجروح نہ کروں گا اور ان ان کہی کہانیوں کا پردہ فاش نہ کروں گا جو صرف دل و نگاہ کی زبان سے کہی جاتی اور گوش دل سے سنی جاتی ہیں۔ اس لیے بقول جگر مراد آبادی:

"نغمہ وہی نغمہ ہے کہ جس کو روح سنے اور روح سنائے"

اس سفر میں تجربہ کار و باعمل نوجوان، حوصلہ مند اور جواں ہمت بزرگ، درد مند اور باشعور رہنما، سرفروش و سادہ دل عوام لیکن اس کے ساتھ مختلف جگہوں پر پھیلے ہوئے دام تزویر اور زمین دوز کمین گاہیں اور بارودی سرنگیں بھی نظر آئیں جو سوسائٹی کے مختلف طبقوں میں بچھائی گئی تھیں پھیلائے ہوئے زہر کے باقی ماندہ اثرات اور صوبائی، لسانی اور قبائلی تعصبات کی بو بھی محسوس کی۔ ایمان و اخلاص کے دلنواز جھونکے بھی فضا کو کبھی کبھی معطر کرتے ہوئے اور سنجیدگی و

شعور کی کچھ لہریں بھی سطح آب سے ابھرتی ہوئی دیکھیں۔ مسجد میں "شکست رشتہ تسبیح شیخ" اور بت کدہ میں برہمن کی "پختہ زناری" بھی دیکھی، امیدوں کے شعلہ افروز چراغ اور باد مخالف کے تند و تیز تھپیڑے بھی دیکھے۔ زندگی و زندہ دلی بھی دیکھی، حیوانیت و درندگی بھی، اور خود غرضی و نفسانیت بھی، اسلامیت و مغربیت اور پالیسی و بیوروکریسی کی سخت کشمکش اور معاشرہ کا فساد اور ماحول کا بگاڑ بھی۔ مرد درویش کے "انداز خسروانہ" بھی۔ جس کو ایک "ترجمان حقیقت" نے ان بلیغ انداز میں ادا کیا ہے ؎

کرم تیرا کہ بے جوہر نہیں میں
غلام طغرل و سنجر نہیں میں
جہاں بینی مری فطرت ہے لیکن
کسی جمشید کا ساغر نہیں میں

ہمارا قیام اس عزیز و قریب ملک میں ایک ماہ کے قریب رہا، عم مخدوم و معظم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی قیادت میں اس مختصر قافلہ نے جس میں راقم سطور کے علاوہ مخدومی مولانا معین اللہ ندوی نائب ناظم ندوۃ العلماء اور رفیق محترم مولانا اسحٰق جلیس ندوی ایڈیٹر "تعمیر حیات" شامل تھے۔ اختتام کانفرنس پر ملک کا ایک دورہ کیا۔ ہر طبقۂ خیال اور مکتب فکر سے ملے۔ ہر سطح پر گفتگو، خطاب اور مشورہ کی نوبت آئی۔ جس دلچسپی، اشتیاق اور آرزو و جستجو کے ملے جلے جذبات کے ساتھ یہ باتیں سنیں گئیں اور انھوں نے ان نازک لمحات میں جو اہم اور تاریخی کردار ادا کیا، اس کی کہانی سنانا یہاں مقصود نہیں اور نہ ان اثرات کو کسی پیمانہ یا بیرومیٹر سے ناپا جا سکتا ہے۔ اس مجلس میں مجھے جس بات کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ وہ امیدیں اور اندیشے کیا ہیں، اور کس نوعیت کے ہیں، جن کے بالکل وسط میں یہ ملک آج نظر آ رہا ہے۔ نیز یہ کہ ان اندیشوں اور ان خطرات کو جو اس کے سر پر منڈلا رہے ہیں کس طرح دور کیا جا سکتا ہے۔

مختصر الفاظ میں اگر ہم اس کو بیان کرنا چاہیں تو اس کو ان الفاظ میں ادا کر سکتے ہیں۔ کہ یہ امیدیں ہیں اس ملک میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی اور اندیشے ہیں نام نہاد جمہوریت، بلند بانگ دعووں اور انتخابات کے مسلسل مطالبوں کے۔

نظام مصطفیٰ کی ان امیدوں کے ساتھ جمہوریت کے پرفریب و سحرانگیز نعرے اور الیکشن کے بلند بانگ مطالبے آج ملک کی توانائی اور مستقبل کے لیے سب سے بڑا حقیقی خطرہ اور سنگین چیلنج ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہو گی کہ طویل عرصہ کے بعد ایک مخلصانہ اور سنجیدہ قیادت ملک میں سامنے آئی ہے اور اس وقت زمام اختیار ان کے ہاتھ میں ہے یہ قیادت مخلص بھی معلوم ہوتی ہے، بااختیار بھی، متحمل اور باوقار بھی، اس کے اندر دینی جذبہ، اسلام اور مسلمانوں کے لیے کچھ کرنے کا عزم و حوصلہ اور سیاسی شعور بھی نظر آتا ہے اور اس کی صفوں میں اتحاد بھی، عسکری قوت کی پشت پناہی اور عوام کے ایک بڑے طبقے کی دلی ہمدردی اور اخلاقی حمایت بھی جو آسانی کے ساتھ عملی حمایت میں تبدیل ہو سکتی ہے۔

اس قیادت کے ارد گرد جو لوگ ہیں ان کے متعلق بھی کوئی تشویشناک بات نہیں سنی گئی بلکہ ان میں سے متعدد لوگوں کے بارہ میں اچھی خبریں ملی ہیں۔ عملی سیاست اور واقعات کی دنیا میں بھی اس کی تصدیق ہوئی۔ اس قیادت نے علماء و مشائخ، جدید تعلیمیافتہ طبقہ، اسلامی جماعتوں اور ملک اور بیرون ملک کے سنجیدہ، ذی شعور و باحیثیت افراد کی طرف جس کھلے دل اور جس حوصلہ اور عالی ظرفی کے ساتھ ہاتھ بڑھایا اس نے اس کے اعتماد کو بڑھایا ہے۔

مختصر الفاظ میں پاکستان جیسے بدقسمت ملک تو جس کو ۴۰ برس میں کوئی بیک وقت "باصلاحیت و باصلاح" شخص (جس کو قرآن مجید میں "اولی الأیدی والابصار" یعنی دست و بازو کی قوت رکھنے والے اور نگاہِ بصیرت کے حامل، کے نام سے یاد کیا گیا ہے) نہ مل سکا تھا۔ ایک ایسا رہبر و قائد ملا ہے جس میں کچھ ایسی شرطیں پائی جاتی ہیں۔ یہ مجموعی صورتحال کا سب سے روشن اور خوش آئند پہلو ہے۔

اس قیادت نے تدریجی عمل اور احتیاط و توازن سے زیادہ سے زیادہ ہمدردی حاصل کرنے اور اسلامی دستور اور نظام حیات کی طرف میانہ روی لیکن ثابت قدمی اور مضبوطی کے ساتھ مسلسل پیشقدمی کا رویہ اختیار کیا ہے اور جن خطوط اور جس انداز پر موجودہ قومی حکومت کی تشکیل کی ہے۔ اس سے اسکے بارہ میں کوئی غلط تاثر قائم نہیں ہوتا بلکہ کچھ اچھی ہی امید بندھتی ہے۔

مشرق اسلامی کے مشہور مفکر سید جمال الدین افغانی نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ "مشرق کے لیے سب سے زیادہ موزوں قائد "مستبد عادل" (یعنی منصف و عادل ڈکٹیٹر) ہو سکتا ہے" یہ بات اپنے پورے سیاق و سباق میں صحیح ہو یا نہ ہو اس ملک کے نئے حالات میں اس کی ضرور ایک اہمیت ہے۔

اس سے زیادہ صراحت سے کام لیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان میں طویل عرصہ بعد ایک ایسا حکمراں برسر اقتدار ہے جو اسلام کا صرف نام نہیں لیتا بلکہ اسلامی نظام کی کھل کر تبلیغ کرتا ہے۔ اس کی ذاتی و عملی زندگی ان دعووں کے منافی نہیں ہے، اس کا سیاسی طرزِ عمل بھی اس کی نفی نہیں کرتا۔ اس پر زیادہ سے زیادہ بعض حلقوں سے سست روی و کمزوری کا الزام لگایا گیا ہے۔ لیکن ایک ایسے معاشرہ کی جس کو ۴۰ سال تک بالخصوص گذشتہ سات سال کے عرصہ میں دل کھول کر بگاڑا گیا۔ تاخت و تاراج کیا گیا اور لوٹا گیا، چند روز میں کوئی قلب ماہیت نہیں ہو سکتی اور اگر عاجلانہ اور فوری کاروائی کی گئی تو اس کے نتائج اطمینان بخش اور دیرپا ہرگز نہیں ہو سکتے۔

اندیشہ سب سے بڑا جمہوریت کے ان دعویداروں کی طرف سے ہے جو اپنے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لیے اس نام کا غلط استعمال کر رہے ہیں۔ یا جو اپنی سادگی میں جمہوریت کو ہر مرض کی دوا اور ہر درد کا درماں سمجھتے ہیں۔

بدقسمتی سے مغرب کی بالادستی نے ہمارے ذہنوں کو اس قدر مفلوج اور معذور کر دیا ہے کہ اس سے ہٹ کر ہم کوئی چیز سوچنے کے قابل نہیں رہے۔

آج جمہوریت ایک ایسا کھوکھلا نعرہ ہے جس کو اس کے متوقع نقصانات اور مفاسد کے باوجود لگانا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ غرض مند اپنی مقصد برآری کے لیے، بہت سے لوگ اس کے مفاسد اور نقصانات سے ناواقفیت کی بنا پر، بہت سے مغرب کی ذہنی غلامی کے اثر سے یا اخلاقی جرأت کے فقدان سے یہ نعرہ لگانے پر، اس کا کلمہ پڑھنے پر یا زیادہ صحیح الفاظ میں اس کی مالا جپنے پر مجبور ہیں۔ گویا پرائے شگون میں اپنی ناک کٹوائی جا رہی ہے۔

یہاں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کا وہ واقعہ یاد آ رہا ہے کہ جب ان کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو ان کے احسانات کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے بالکل قریب جا کر آہستہ سے فرمایا کہ چچا! آپ میرے کان میں چپکے سے کلمۂ شہادت پڑھ لیں۔ تاکہ کل آخرت کے روز میں اس کا گواہ بن سکوں۔ انہوں نے اس کا جواب دیا اس میں ہمارے لیے عبرت کا بڑا سامان ہے۔ انھوں نے

کہا بھتیجے! میں تمہارا کہنا ضرور مان لیتا، مگر مجھے ڈر ہے کہ میری قوم یہ کہے گی ـــ کہ ابوطالب نے بھتیجے کے کہنے سے اپنا دین تبدیل کر دیا۔ چنانچہ وہ اس دولتِ ایمان سے خالی ہاتھ دنیا سے گئے۔

آج اگر کچھ لوگ ان نازک و قیمتی گھڑیوں میں بھی (جس میں بعض وقت صدیوں کے لیے ملکوں اور قوموں کی قسمت کا فیصلہ ہوتا ہے اور جس کو موت و زیست کی کش مکش سے بھی ہم تعبیر کر سکتے ہیں) محض اس ڈر سے کہ اس فضا میں یہ بات کہنا مشکل ہے۔ اور اپنے دل کی گہرائیوں میں یہ سمجھنے کے باوجود کہ اس وقت جمہوریت اور الیکشن کے نام پر ملک کو کسی انتشار میں مبتلا کرنا اس کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔ محض اس ڈر سے کہ سیاسی جماعتوں کے بعض رہنما ناراض ہوں گے یا مغربی حلقے اور ہمارے بدخواہ اس کو کس نظر سے دیکھیں گے یا چند ناکام سیاستدان اس پر کس قدر چراغ پا ہوں گے۔ ملک کی تقدیر اور آئندہ نسلوں کے مستقبل کے ساتھ دیدہ و دانستہ کھیلتے ہیں تو وہ نہ اپنے ساتھ خیرخواہی کر رہے ہیں نہ اس ملک کے ساتھ، نہ اسلام کے ساتھ جس کے ساتھ ان کی قسمت ہمیشہ کے لیے وابستہ کر دی گئی ہے۔ خاص طور پر وہ حلقے جو صدقِ دل سے یہ چاہتے ہیں کہ اس ملک میں صحیح اسلامی نظام اور امن و امان قائم ہو، یہاں ایمان کی بادِ بہاری چلے، زندگی کا حقیقی لطف آئے آپس میں اتحاد و محبت ہو، ملک ترقی کرے اور دوسروں کے سامنے ایک مثالی نمونہ پیش کر سکے، جو چاہتے ہیں کہ یہاں حدود اللہ کا اجراء ہو، خدا کا بنایا ہوا قانون رائج ہو، بدی و فحاشی کی راہیں مسدود ہوں اور "یقین محکم، عمل پیہم اور محبت فاتح عالم" کا ظہور ہو، کم از کم ان سے ہمیں بجا طور پر یہ توقع ہے کہ وہ صورت حال کی نزاکت کو محسوس کریں گے۔ اور یہ سمجھیں گے کہ اگر ان کے یہ مطالبات اور تقاضے موجودہ حکومت سے کسی درجہ میں بھی پورے ہو رہے ہیں یا کم از کم ان کی امید پیدا ہو چلی ہے تو ان کے خلوص و دیانت، دینداری اور صداقت اور ملک و قوم سے سچی ہمدردی کا تقاضا یہ ہے کہ صف آرائی کے بجائے اخلاقی حمایت اور ہمدردی و تعاون کا رویہ اپنائیں۔

پاکستان میں اسلام کے احیاء اور اسلامی انقلاب اور معاشرہ کی تشکیل جدید کا یہ عظیم کام جس کو مقصد اور منزل قرار دیا گیا ہے اتنا اہم اور نازک کام ہے کہ اس میں ادنیٰ درجہ کی ناکامی اور بدنامی کے اثرات پورے عالم اسلام تک پہنچیں گے اور اس کا داغ آسانی سے مٹایا جا سکے گا اور اس کا الزام ان ہی پر لگایا جائے گا، جو آج ان موہوم اندیشوں میں کہ انتخاب کے اس چلے ہوئے نعرے کے اس علم و فن اور حریت فکر و رائے کے زمانہ میں مخالفت کیسے ممکن ہے؟ اس خطرناک آواز میں اپنی آواز ملا رہے ہیں جو اس وقت اس ملک کے نہایت ناموزوں بلکہ مہلک اور سمِّ قاتل ہے، ہمارا مقصود اسلام ہے، کتاب و سنت کی بنیادوں پر زندگی اور معاشرے کی تشکیل جدید ہے اور اس مادہ پرست اور مغرب زدہ دنیا کے مقابلہ میں اسلام کی حقانیت و برتری کا نقشِ جمیل قائم کرنا ہے، مقصود انتخاب اور الیکشن نہیں، اگر انتخاب کے بعد یہ مقصد پورا ہوتا نظر آتا ہے اور انتخاب کے بعد اس

کے امکانات کم اور انتشار و کشمکش کے امکانات زیادہ نظر آتے ہیں تو جمہوریت کے جھوٹے تقدس کی خاطر اس قومی و عمومی خودکشی کی طرف بڑھنا عقل کی بات نہیں۔

اگر مغربی فلسفیوں نے مغرب زدہ مفکروں نے "ترقی پسند" دانشوروں نے اور ان غلام، اسیر اور پابہ زنجیر ذہنوں نے جو یورپ کی بنائی ہوئی سرحد سے آگے بڑھنے اور اس کی پست سطح سے بلند ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے الیکشن کے اندر کچھ تقدس پیدا کر دیا ہے تو خدا کے ان آزاد بندوں کا جو اپنے دل و دماغ کے مالک ہیں اور اپنا بھلا اور برا سمجھنے کی تمیز اور اچھے اور اچھا اور برے کو برا کہنے کا حوصلہ اور ہمت رکھتے ہیں کا یہ فرض ہے کہ وہ آگے بڑھ کر اس کشتی کو جو منجدھار میں ہے بچانے کی کوشش کریں اور یہ سمجھیں کہ یہ کشتی ڈوبی تو سب کو لے ڈوبے گی اور خطرہ ہے کہ اس کی ذمہ داری اس طبقہ کے سر نہ آئے جو اسلام کا سب سے زیادہ نام لیتا ہے اور اس کے ساتھ منسوب ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام لیوا اور آپ کے عشق و محبت کا دعوے دار ہے ؎

کسے خبر کہ سفینے ڈبو چکی کتنے
فقیہ و صوفی و ملا کی ناخوش اندیشی

ان لوگوں سے بھی جو ہر بات کو علم اور عقل کی ترازو میں تولتے ہیں اور اپنے کو عقل کل سمجھتے ہیں۔ ان دانشوروں سے جن کو اپنی حقیقت پسندی اور واقعہ نگاری پر بڑا ناز ہے۔ ان طلبہ سے جن کا گرم لہو ان کو اکثر ہنگامہ آرائی پر اکساتا ہے ہماری مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ بھی اپنے موقف کا از سر نو جائزہ لیں اور سمجھیں کہ وقت کا تقاضا اور تاریخ کا فرمان کیا ہے!

آخر میں ایک اور حقیقت کی طرف توجہ دلا کر یہ گزارش ختم کرنی ہے اور وہ یہ کہ اسلامی قوانین اور حدود شرعیہ میں بجائے خود ایک طاقت موجود ہے۔ ان کے اندر اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی تاثیر ودیعت فرمائی ہے کہ معمولی کوتاہیوں اور لغزشوں کے ساتھ بھی اس کے حیرت انگیز، حیات بخش اور انقلاب آفریں اثرات ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ شرط صرف اخلاص کی اور حالات پر نظر رکھتے ہوئے حکمت اور قوت کے ساتھ ان کو نافذ کرنے کی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے بگڑے ہوئے معاشرہ کی بنیادی اور ضروری اصلاح کے ساتھ جس قدر جلد ممکن ہو سکے ان بعض قوانین کا اجراء عمل میں لایا جائے جن کے اثرات جلد نظر آئیں اور ہمہ گیر ہوں اور جن سے ان مفاسد و مشکلات کا دروازہ بند ہو جن سے پاکستان کے عوام خود نالاں اور زار و نزار ہیں۔ فحش رسالے، گندی تصویریں، مخرب اخلاق ادب و لٹریچر اور وہ آوارگی و فحاشی جو فن کے نام پر سینما، تھیٹر یا لٹریچر کے ذریعہ پھیل رہی ہے، سخت پابندی کی محتاج ہے۔ مجھے اس سفر میں بعض ایسے رسالے نظر آئے جن کے باقی رہنے کا کوئی جواز نہیں، ان میں ایک رسالہ "احساسات" کا جو ترقی پسندوں کو بھی بدنام کرتا ہے بے تکلف نام لیا سکتا ہے میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس طرح کے رسالوں، فلموں، تصویروں اور کتابوں پر پابندی سے (جو

کھل کر اور بدمذاقی کے ساتھ اور کبھی چابکدستی اور ہنرمندی سے بھی، اسلام کی جڑیں اکھاڑنے کی پیہم کوشش میں مصروف اور نوجوانوں کے ذہنوں کو آوارہ و فاسد بنانے کے لیے سرگرم عمل ہیں) عوام میں کوئی ناموافق ردعمل ظاہر ہوگا۔

حدود شرعیہ کے اجراء اور احکام الٰہی کی تنفیذ کے مسئلہ پر ہمارے ذہنوں کے اندر ایک انجانا خوف ہے اور وہ خوف اسلامی نظام سے دوری اور طویل عرصے سے محرومی کا نتیجہ ہے۔

یہ عمل PROCESS یعنی بیک وقت اصلاح معاشرہ کا کام جس کا آغاز ذرائع ابلاغ اور ذرائع معیشت سے ہونا چاہیے اور سوچ سمجھ کر اسلامی قوانین اور ان حدود شرعیہ کا اجراء جن سے لوگوں کو سکون و اطمینان کی دولت حاصل ہو اور ان کا یقین اسلام کی حقانیت اور افادیت پر پہلے سے بڑھ جائے۔ ہمارے قدموں کو انشاء اللہ استحکام بخشے گا۔ اور اگر اس طرح کے دو ایک اقدامات کر لیے گئے تو اس سے قیادت کو نیا اعتماد و حوصلہ اور عوام کو نیا جوش و ولولہ ملے گا۔

یہ سطور اسلام کے رشتہ سے لکھی جا رہی ہیں اور در اصل اس کے مخاطب صرف اہل پاکستان نہیں (اگرچہ سردست ہمارا روئے سخن ان ہی کی طرف ہے) اس کا مخاطب اصلاً ہر مسلمان ہے۔ یہ پورے عالم اسلام کا مسئلہ ہے۔ یہ اسلام کی بازیافت اور بازگشت کا سوال ہے اس کا تعلق ایک لحاظ سے پوری انسانیت عامہ سے ہے۔ جو موجودہ مسلمانوں کی کوتاہیوں کی وجہ سے زندہ اور حقیقی اسلام کے اس نظارہ سے محروم ہے جس کو دیکھ کر گذشتہ صدیوں میں متعدد قومیں مسلمان ہو گئیں، یہ نہ صرف تنہا صلاح و تقویٰ، خدا پرستی اور ایمانداری کا مسئلہ ہے۔ نہ تنہا اسلامی قانون کی عملداری اور اسلام کی تاجداری کا۔

بیسویں صدی کی اس دنیا میں جو اسلامی انقلاب رونما ہوگا وہ ایمان و تقویٰ، علم و صلاحیت کار اور برتر و بہتر قانون سازی کے ذریعہ ہی ہوگا لیکن خدا اور اس کے رسولؐ سے سچا تعلق، خدا کا خوف، ایمان و تقویٰ کی روح اسلام اور سچی محبت، مادیت کی کچلی ہوئی اور مغرب کے زہر سے سسکتی ہوئی انسانیت کی چارہ سازی و مسیحائی کا جذبہ اس اسلامی انقلاب کا پہلا سبق اور الف ب ہے۔

پاکستان کے مخلص، سادہ دل اور باہمت عوام میں بہت سے ذخائر پوشیدہ ہیں، اور اب وقت آ گیا ہے کہ احیاء اسلام کے عظیم مقصد، انسانیت کی فلاح و بہبود اور امن عامہ کے لیے اور اس پورے علاقہ میں ہدایت کے بند دروازے کھولنے اور خدا کی رحمت کو متوجہ کرنے کے لیے جو گھنگھور گھٹا کی طرح برسنے کے لیے تلی کھڑی ہے، اپنے مفاد اور اغراض و خواہشات اور ذاتی و جماعتی سربلندی کی کچھ قربانی دی جائے۔

یہ پیاسی سرزمین آج ایک بار پھر قربانی چاہتی ہے لہو کی قربانی نہیں نفس اور نفسانی خواہشات کی قربانی، سوسائٹی کی سطح پر، ہوس اقتدار اور شوق انتخاب کی قربانی جماعتی سطح پر۔ مطلق العنانی، انانیت اور خودپسندی کی قربانی، قیادت و حکومت کی سطح پر۔ کیا آج خالص

خواتین کا جذبۂ خدمتِ دین

جمعیت علماء اسلام کے رہنما مولانا منظور احمد چنیوٹی پچھلے دنوں بیرونِ دنیا کے دورے پر تشریف لے گئے جس کے دوران انہوں نے مرزائیت کے خلاف بے پناہ کام کیا۔ واپسی پر ملک کے کثیر الاشاعت اخبار "جنگ" کراچی میں موصوف کا انٹرویو چھپا، جس سے متاثر ہو کر بعض خواتین و حضرات نے خطوط کے ذریعہ تعاون کا یقین دلایا۔ خواتین کا یہ جذبہ بطورِ خاص قابلِ قدر ہے۔ ہم تین منتخب خط پیش کر رہے ہیں، اللہ کرے کہ ملتِ اسلامیہ کی مشترکہ سعی سے یہ فتنہ بالکلیہ اپنی موت آپ مر جائے۔ خطوط میں بعض شخصیات کے متعلق جو خیالات ہیں ان سے ہمارا اتفاق ضروری نہیں۔ (ادارہ)

NW/662 صفوت منزل

سید پور روڈ سکیم

راولپنڈی

28/12-78

قبلہ محترم سلام مسنون

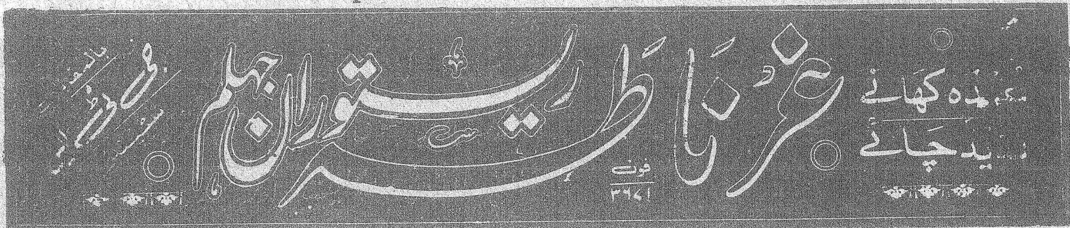
آپ کا انٹرویو "جنگ" میں پڑھ کر مرحوم لال حسین اختر صاحب کی یاد تازہ ہو گئی۔ یہ سرطان پورے قلمرو اسلام میں پھیل چکا ہے اور بدقسمتی یہ ہے کہ پاکستان بلکہ پنجاب وہ بدنصیب خطہ ہے جہاں سے یہ نجاست پھوٹی اور ہر طرف پھیلی۔ بیرون ملک مساعی سے بڑی تسکین ملی۔ اندرون ملک ان کے مکروہ چہروں سے نقاب نوچنا ابھی باقی ہے۔ اور اس سلسلے میں کچھ بھی پیش رفت نہیں ہوئی۔ ابھی ایک خبر تھی کہ ڈاکٹر اسرار احمد ٹی وی پر اسلامی تعلیمات کے سلسلے میں

بلدیا جاتا ہے۔ نیز افضل چیمہ بھی اسی فرقہ سے ہیں بڑا دکھ ہوا
اب تو ایسے حالات ہیں کہ اپنے سایہ پر بھی بھروسہ نہ کیا جائے۔
جنرل اعجاز عظیم۔ جنرل مجیب۔ اعجاز بٹالوی۔ مسعود محمود
سعید احمد۔ سنا ہے یہ سب اسی فرقے سے ہیں۔ اسی طرح سنہ 65
میں سیالکوٹ۔ لاہور کشمیر میں بھی کمانڈر تھے سنا ہے ہیں تین سینئر کمانڈر
بحریہ فضائیہ کے سربراہ بھی اور جنرل حمید جو یحییٰ کا جانشین بننا چاہتا تھا
اسی فرقے سے تھا۔ اب نیا فضائی سربراہ بھی۔ واللہ اعلم
حقیر سا ہدیہ جامعہ کیلئے بطور خدمت ہے۔ ایک طالب العلم
کا ماہانہ خرچ کتنا پڑ جاتا ہوگا۔ مطلع فرمائیں تو مشکور ہوں گی۔
تابع فرمان۔

سلیمہ عصمت خانم
باسمہ تعالیٰ

محترم مولانا صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ! محترم ممتاز الرحمٰن صاحب تشریف لائے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ (پچاس روپے کا) چیک
کیش نہیں ہوا۔ لہٰذا رقم (پچاس روپے کی) دستی دے کر رسید حاصل کر لی تھی۔
اگر آپ (تحریر) فرما دیتے کہ مبلغین کا نصاب وغیرہ کیا ہوگا تو میں آپ کا خط اپنے عزیزوں اور
احباب کو دکھا کر آپ کو کچھ رقم بھجوا سکتی تھی۔ میری ایک دوست گورنمنٹ کالج فار و[imen]
میانوالی میں پرنسپل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص نوازش سے انہیں تبلیغ دین کے لئے انتخاب فرما رکھا ہے
میں نے انہیں خط لکھا تھا وہ ایک سو روپیہ ماہوار دینے پر تیار ہیں لیکن وہ بھی یہ جاننا چاہتی



ہیں کہ یہ ٹریننگ کیا ہوگی ؟ آپ براہ کرم اتنا تحریر فرما دیں۔ کہ

(۱) افریقہ سے کتنے آدمی تبلیغ کا کام سیکھنے آرہے ہیں اور کن ممالک سے آرہے ہیں؟

(۲) یہاں کب پہنچ رہے ہیں ؟ (۳) ان کا نصاب کیا ہوگا ؟

(۴) ان پر کیا خرچ اٹھے گا؟ (۵) کتنے عرصہ کی ٹریننگ ہوگی۔ (۶) ان کی رہائش کا بندو
ہوگا (۷) ان کی آمد و رفت کے اخراجات کون برداشت کر رہا ہے۔

اگر اس سلسلہ میں تسلی ہو جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس سکول کا سٹاف بھی ہر ماہ کچھ
رقم دے ہی دیا کرے گا۔ ذاتی طور پر میری تو تسلی ہے لیکن دوسروں کے قائل کرنے کے لئے کچھ
معلومات ہونی چاہئیں۔

میری ایک دوست محترمہ عائشہ صاحبہ ہیں انہوں نے ایبٹ آباد میں
بنات تعلیم القرآن ہائی سکول کھول رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ان پر خاص نوازش ہے۔ ربع صدی
سے زائد عرصہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ موقع دے رکھا ہے کہ وہ پانچویں جماعت سے بچوں کو باتر
قرآن کریم پڑھانا شروع کرتی ہیں اور نویں جماعت تک ہر بچی با ترجمہ قرآن شریف پڑھ
لیتی ہے۔ ہزاروں لڑکیاں فیض یاب ہو چکی ہیں۔ یہاں وہ اپنے عزیزوں کے ہاں کل ایک دو دن کے لئے سرگودھا تشریف لائی تھیں
ان سے آپ کے بیس مبلغین کا ذکر ہوا۔ انہوں نے آپ کے نام یہ پیغام دیا ہے
کہ آپ انہیں افریقہ سے پانچ عورتیں / لڑکیاں منگوا دیں۔ وہ انہیں ایک سال میں
قرآن کریم با ترجمہ پڑھا دیں گی۔ سکول چلانے کے متعلق بھی ٹریننگ دیں گی۔ پانچ کے اخر
وہ خود ادا کریں گی۔ سادہ کھانا سادہ کپڑے انہیں
جائیں گے۔ پانچوں کو رہائش کے لئے ایک کمرہ مل جائے گا۔ ان کی تو یہ خواہش
ہے کہ جو مبلغین آرہے ہیں۔ اگر ان کی بہنوں بیویوں میں سے کوئی ان کے
ساتھ آجائے تو مارچ میں ہی خواتین کا سلسلہ شروع کر دیا جائے۔ آپ اس معاملے پر بھی

...ی سے غور فرمائیں۔ آمد و رفت کے اخراجات کے سلسلہ میں کوئی بات نہیں ہوگی۔ یہ تو اُن کے لئے کرنا مشکل نہ ہوگا

...ی سرگودھا آنا ہو تو شرفِ ملاقات سے فیض یاب فرمائیے۔ ضرور تشریف لائیے۔ یہاں کے چھوٹے

چھوٹے بچوں سے خاتم النبیین کے معانی اور انا خاتم النبیین والی حدیث سن کر آپ

...س کر لیں گے کہ آپ کا مشن آگے بڑھ رہا ہے۔ والسلام۔

احقرہ منور صادق

[illegible]

باسمہ تعالیٰ

...سرگودھا

...صفر ۱۳۹۹ ھ

محترم مولانا صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! سلیمہ آپا نے راولپنڈی سے آپ کا ایک خط ارسال کیا ہے جو آپ

نے اُن کی طرف لکھا تھا۔ میں پچاس روپے کی حقیر سی رقم مبلغین کی تربیت کے لئے ارسال کر رہی

ہوں۔ چونکہ پہلے ہی دو اداروں اسلامی مشن سنت نگر لاہور اور تعلیم القرآن

خط و کتابت سکول محمد نگر لاہور کو ہر ماہ ایک مقررہ رقم ارسال کی جاتی ہے اس لئے میں

فی الحال صرف پچیس روپے ماہانہ آپ کو اس مقصد کے لئے بھیج سکا کروں گی۔

اسلامی مشن عیسائیت کے خلاف بھرپور جہاد کر رہا ہے اور اُن کے اعتراضات کا جواب لکھتا رہتا ہے۔

پاکستان میں بارہ بائیبل سکول (خط و کتابت) ہیں اُن کے مقابلہ میں [illegible] کالج کے پرنسپل صاحب نے ایک

تعلیم القرآن خط و کتابت سکول کھولا ہے۔ بائیبل سکولوں کے [illegible]

امریکہ وغیرہ سے چھپ کر آتے ہیں لیکن تعلیم القرآن خط و کتابت سکول کے وسائل

محدود ہیں۔ اس لئے اُن کی مدد بھی ضروری ہے۔ بہر حال میں اپنی دوسری بہنوں کو ان شاء اللہ اس طرف بھی راغب کرنے کی کوشش کروں گی

...یک کے دوران اسلامی مشن نے قادیانیت کے خلاف خوب لٹریچر چھاپا۔ ایک کتاب

انگلش میں لکھوائی گئی - Dimensions of Qadianism - اس کا اُ

بھی ترجمہ چھپ چکا ہے - انگریزی کا ایک نسخہ آپ کو بھیج رہی ہوں۔ اگر آپ

چالیس پچاس نسخے ارسال کئے جا سکتے ہیں - آپ انگریزی خواں طبقے کو بھجوا دیں - اس کا

اردو ترجمہ حقیقتِ قادیانیت ممکن ہے مشن کے دفتر سے مل سکے -

ایک اور کتاب سازشِ یہود ارسالِ خدمت ہے - اس کا ترجمہ احقرہ نے کیا تھا

ہاں تو براہ مہربانی آپ اپنے ادارے سے متعلق کچھ معلومات بہم پہنچا د

جن مبلغین کو تیار کیا جاتا ہے اُن کا نصاب کیا ہے ؟ کتنے عرصے کا کورس ہے ؟ دراصل

کہ اس ادارے سے متعلق خاصی تشہیر ہونی چاہیئے - ہما

دینی حلقوں میں سب ہی کو اس سے متعلق معلومات حاصل ہوں لیکن اس کی تشہیر

جیسے گنہ گاروں میں بھی ہونی چاہیئے - اگر آپ کی طرف سے اس ادارے کی امداد

اپیل چھوٹے سے اشتہار کی شکل میں چھپ جائے تو کئی عزیزوں کی توجہ اس طرف منعطف کرا

ہے -

محترمی ہمارے ہاں کی روایت ہے کہ مسلمان جب بیدار ہوتا ہے تو وہ اپنے مدِ مقابل کو خس و خا

طرح بہا لے جاتا ہے - تحریک ختم نبوت کے دوران بیداری کی اسی لہر نے قادیانیوں کو کافر قرار دلو

در لگتا ہے کہ برسرِ اقتدار طبقہ اس سلسلے میں ہمیشہ بے حس رہا ہے لیکن گستاخی معاف لیڈروں کی غفلت سے علماء

بھی بری الذمہ قرار نہیں دیئے جا سکتے - آئین میں ترمیم کے بعد اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے

کدام نے کیا کردار ادا کیا ؟ جن ورکرز پر مقدمات بنے ہوئے تھے - انہیں نجات دلانے کے لئے کیا رائے

ہموار کیا گیا ؟ اور تو اور آج تک اتنا بھی تو نہ ہو سکا - کہ سکولوں کالجوں میں داخلے کے فارم میں، اچھے داخ

میں اور ادارہ چھوڑنے کے سرٹیفکیٹ میں مذہب کے کالموں کا اضافہ ہی ہو جاتا - یہ درا

کہ وہ لوگ اپنا مذہب اسلام ہی لکھتے لیکن شاید ختم نبوت کے چند خادم ہیں

...ے بھی ہوتے جو خود معلومات حاصل کر کے انہیں جھٹلا سکتے اور انہیں اپنا صحیح مذہب لکھنے
...ر مجبور کرتے ۔ (۲) کتنے مرتدین کو دائرۂ اسلام میں لانے کی کوشش کی گئی
مجبور پھر علماء حضرات آج تک یہ نہ کروا سکے۔ کہ وہ کلیدی آسامیوں پر متعین ہیں
جتنے مرزائی اس ملازمتوں میں بھی انہیں کھلی چھوٹ حاصل ہے۔ جسے کہیں ملازمت نہ ملے وہ مرزائی بن جائے اسے ملازمت مل جاتی ہے۔
...ت گورنمنٹ کی ملازمت میں ہیں۔ اُن کی لسٹ وسکیک میں 3 ہر ادارے کے سربراہ
...پاس موجود ہوتی ہے اور جس میں مذہب کا کالم موجود ہے، اسلام کی بجائے قادیانیت
...راد دیتے۔ ہر ادارے کے آفیسر اور ماتحت جانتے ہیں کہ اُن کے درمیان مرزائی کون ہے
تبدیلی ہر ادارے کا سربراہ اپنی معلومات کے تحت عمل میں لا سکتا ہے لیکن آرڈر محکموں کی طرف سے آنے چاہئیں۔ عوام تحریک کے دوران
اور اپنا کام کر گزرے۔ آئندہ اس تحریک کو زندہ رکھنا، عوام کو اس سے متعلق
شعور رکھنا علمائے کرام کا فرض تھا اور ہے۔ میں علماء حضرات پر تنقید نہیں کر رہی وہ اپنے علم کے باعث نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم کے وارثوں میں سے ہیں۔ لیکن میں نے ایک دو خرابیوں کی نشاندہی کر دی ہے۔
انہیں خود ... گورنمنٹ ملازم ہوں۔ عملی طور پر کسی چیز میں حصہ نہیں لے سکتی لیکن آپ میرے
ادارے کے بچوں سے پوچھیے وہ آپ کو خاتم النبیین کی تشریح بتائیں گے اُن میں سے اکثریت کو انا
خاتم النبیین والی حدیث یاد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ناموسِ رسالت پر مر مٹنے کی توفیق
عطا فرمائے۔ آمین۔ احقرہ (مس) عشرت صادق

بقیہ: پاکستان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

خدا کی رضا کو سامنے رکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی و مسرت اسلام کی بقاء و حفاظت اور نیک نامی و سرخروئی کے لیے ہم یہ قربانی دے سکتے ہیں؟

ٹائیٹل "ہمارے مشائخ" والا پرچہ شمارہ ۲۵ ہے جو کہ سہواً رہ گیا ہے۔ قارئین کرام نوٹ فرمالیں۔ (ادارہ)

تعارف و تبصرہ کتب

منازل العرفان فی علوم القرآن

حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلوی، شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس علیہ الرحمہ کے صاحبزادے ہیں۔ اپنے گرامی مرتبت والد کی طرح بہترین عالم و مدرس۔ ایک عرصہ تک دارالعلوم ٹنڈو الہ یار میں شیخ الحدیث رہے اور آج کل لاہور کی مرکزی دینی درسگاہ جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث ہیں۔

تدریس کے علاوہ اللہ تعالے نے آپکو تقریر و تحریر میں بھی بہترین ملکہ عطا فرمایا ہے۔ ان کی تقریر انتہائی شستہ، عالمانہ اور پُر وقار ہوتی ہے۔ اسی طرح ان کی تحریر میں بھی بلا کا جادو ہے۔ اس سے قبل متعدد تصانیف موصوف کے قلم سے نکل چکی ہیں، اور ایک دنیا سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے علوم قرآن پر مشتمل ہے۔ ساڑھے آٹھ سو صفحات کی اس کتاب کو موصوف نے ۲۳۶ عنوانات پر تقسیم کیا ہے اور قرآنی علوم کا عطر و نچوڑ اس میں پیش کر دیا ہے۔ قرآن کریم کے فضائل، نزول قرآن، حدیث اور حدیثِ قدسی میں فرق۔ مکی و مدنی سورتیں، مختلف حالات میں نازل ہونے والی سورتیں، پھر آیات و کلماتِ قرآنی وغیرہ کی تعداد، جمع و تدوین قرآن کی مختلف ادوار کے اعتبار سے مکمل بحث، جمع و تدوین کے سلسلے میں معترضین کے اعتراضات و جوابات، پھر تفسیر و تاویل کی بحث اور تفسیر کے سلسلہ میں جامع مباحث، مفسرین کے طبقات، اعجازِ قرآن اور متعلقہ عنوانات، اس کے ساتھ عقائد کی مکمل بحث۔ قرآنی علوم کی تقسیم اور ہر ایک کا الگ الگ بیان۔ الغرض اس سلسلے میں اب تک جو کچھ لکھا گیا اس سے بہتر اور خوب صورت انداز میں مولانا نے سب کچھ بیان کر دیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب قرآنی علوم کا انسائیکلو پیڈیا بن گئی ہے۔

ناشران قرآن لمیٹڈ اردو بازار لاہور نے امکانی حد تک اچھے انداز سے کتاب کو چھپوایا ہے۔ جلد سنہری قیمت تیس روپے بہت معقول ہے۔ امید ہے کہ کتاب الٰہی سے شغف رکھنے والے خوش قسمت حضرات اس سے بھرپور استفادہ کریں گے۔

(اسعد)

مطالعہ قرآن

مولانا محمد حنیف ندوی علمی دنیا کی جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ موصوف کے گہر بار قلم سے اسلامی و علمی دنیا کو بہت کچھ ملا۔ بالخصوص حجۃ الاسلام غزالی علیہ الرحمۃ کے سلسلہ میں مولانا نے اتنا کچھ لکھا ہے کہ شاید کسی دوسرے نے اس کا عشرِ عشیر بھی نہ لکھا ہو۔

موصوف نے حال ہی میں یہ کتاب سپردِ قلم فرمائی جس کے ۳۱۰ صفحات ہیں اور اس میں ۱۶ ضمنی عنوانات ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے:

قرآن کا تصورِ وحی و تنزیل۔ قرآن مجید اور کتبِ سابقہ۔ اسفارِ خمسہ۔ عہد نامہ جدید اور اناجیلِ اربعہ۔ قرآن اور اس کے اسماء و صفات۔ قرآنی سورتوں کی قسمیں اور ترتیب۔ قرآنی سورتوں کی زمانی و مکانی تقسیم۔ جمع و کتابتِ قرآن کے تین مراحل۔ قرآن کی لسانی خصوصیات۔ اعجازِ قرآن اور اس کی حقیقت۔ محتویاتِ قرآن۔ مشکلاتِ قرآن۔ قرآن کے رسم الخط کے بارے میں نقطۂ اختلاف۔ تفسیر، تفسیر کے دو مشہور مدرسۂ فکر اور ادبیاتِ قرآن۔

ان عنوانات سے فاضل مصنف کی کاوش و محنت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے کتنی محنتِ شاقہ سے کام لیا ہے۔ دنیائے عیسائیت سے متعلق جو مباحث ہیں وہ بطورِ خاص بڑے معرکہ کے ہیں اور اس لحاظ سے بڑے اہم کہ ہمارا پڑھا لکھا طبقہ عام طور پر اس صورتِ حال سے بے خبر ہے۔ فاضل مصنف نے اردو زبان میں جو مواد مہیا کیا ہے اس سے اس طبقہ کو بہت فائدہ ہوگا اور انصاف پسند طبائع کو قرآن کی عظمت و صداقت اور ادیانِ سابقہ کی کتب کے مقابلہ میں اس کے تفاخر و برتری کا اندازہ ہو جائیگا۔

لاہور کے مشہور اشاعتی ادارہ، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ کلب روڈ لاہور نے اہتمام سے کتاب کو چھپوایا ہے۔ کتاب بیس روپے میں دستیاب ہے۔ ہم فاضل مصنف اور ادارہ کے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے اتنی اچھی اور بہترین کتاب کا اہتمام کیا۔ امید ہے کہ اہلِ ذوق قدر کریں گے۔

(علوی)

نظامِ عدالت

جناب ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب وکلاء برادری میں ایک منفرد مقام کے حامل ہیں۔ آپ کی مشہورِ زمانہ کتاب "مجموعۂ قوانینِ اسلام" دنیائے علم سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہے۔ اور حضرت محدث العصر مولانا محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ جیسے لوگ اس کتاب کی تحسین فرما چکے ہیں۔ اس کے علاوہ موصوف کے قلم سے متعدد کتابیں اور انتہائی قیمتی مقالات و مضامین سامنے آچکے ہیں جن سے انکی دُور رس نظر کا پتہ چلتا ہے۔ زیرِ تبصرہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے کہ موصوف نے اس میں نظامِ عدالت پر بحث کی ہے۔ آج کل ہمارے ملک میں اسلامی نظامِ حیات کے سلسلہ میں بہت کچھ کہا جا رہا ہے اور کسی نہ کسی درجہ میں پیش رفت بھی ہو رہی ہے۔ اس ماحول میں ایسے سنجیدہ اور ستھرے لٹریچر کی بے پناہ ضرورت ہے جو ہماری قوم کے لیے بہترین رہنما ثابت ہو سکے۔

ڈاکٹر صاحب نے سوا سو صفحات کی کتاب میں "نظامِ عدالت جو اسلامی نظامِ حیات کا اہم ترین حصہ ہے" پر سیر حاصل گفتگو کی ہے، جس میں قضا کی تعریف، قاضی کا تقرر، اس کے اوصاف و اہلیت، ادب اضافی، مختلف عدالتوں کا قیام، سماعتِ دعویٰ اور اس کی شرائط، ثبوت کا طریقہ، شہادت، تحکیم اور قاضیوں کی معزولی وغیرہ کے ابحاث پر روشنی ڈالی ہے اور آخر میں چند صفحات میں انگریزی میں "ادب القاضی" پر گفتگو کی ہے۔ ہمارے خیال میں یہ کتاب اس قابل ہے کہ اسے لاء کے نصاب میں شامل کیا جائے۔ اس کے علاوہ عام لوگ اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ اچھے اور سفید کاغذ پر طبع شدہ یہ کتاب دس روپے میں دارالتنزیل ڈی۔ ۱۳، بلاک جے نارتھ ناظم آباد کراچی سے دستیاب ہے۔

(ابوالسیف)

معجزہ کیا ہے

دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا قاری

محمد طیب صاحب تحریر و تقریر کے بادشاہ ہیں، آپ نے حیاتِ مستعار کا ایک ایک لمحہ دینِ حق کی خدمت کے لیے وقف کر رکھا ہے اور اَن گنت تقریروں کے ساتھ ساتھ متعدد کتابیں آپ کے قلم سے گم کردہ راہ لوگوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ بن چکی ہیں۔

زیرِ تبصرہ کتاب موصوف کی ایک معرکۃ الآراء تقریر ہے۔ جس میں معجزہ سے متعلق مختلف مباحث پر اپنے حکیمانہ انداز میں گفتگو کی ہے۔ حضرتِ حق نے لاتعداد انبیاء دنیا میں بھیجے اور ان کو معجزات سے سرفراز فرمایا۔ معجزہ کیا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ کے ساتھ ساتھ مختلف معجزات انتہائی دل آویز انداز میں اس کتاب میں بیان کیے گئے ہیں۔

مالکانِ ادارۂ اسلامیات ۱۹۰- انار کلی لاہور نے روایتی بلند ہمتی کے ساتھ اس تقریر کو چھپوا دیا ہے۔ جس کی قیمت تین روپے تیس پیسے ہے۔ ہمیں امید ہے کہ کتاب ہاتھوں ہاتھ لی جائے گی اور اس سے بھرپور استفادہ کیا جائے گا۔

آنے والے انقلاب کی تصویر

حضرت مولانا سیّد محمد میاں دیوبندی قدس سرہٗ کا انتہائی اہم اور وقیع رسالہ جس میں سیاسی و اقتصادی سوالات، ان کے اسباب اور وجوہات، سیاسیاتِ حاضرہ پر بصیرت افروز تبصرہ اور جذباتِ انقلاب و حریت کا بلند ترین نظریہ بڑی خوش اسلوبی سے بیان کیا گیا ہے۔

انگریزی دور میں اس ملک میں جو مکاتبِ فکر سامنے آئے ان میں غیر علماء کا طبقہ ہمیشہ مظلوم رہا، لیکن ان بلا نوشانِ محبت نے ہمیشہ سچ کہا اور کبھی حقیقت کے اظہار سے گریز نہیں کیا۔ کتابِ ماضی کا ورق ورق علماء کی اصابتِ رائے، پختگیٔ فکر اور ان کی سیاسی سوجھ و تدبر کا گواہ ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کل انگریز اور آج انگریز کے حواری علماء کے حقیقی مقام و مرتبہ کے خلاف غوغا آرائی میں مصروف ہیں، لیکن حقیقت اور سچائی اپنے آپ کو خود بخود منوا لیتی ہے اور آج کے دور میں پاکستان سمیت دنیا بھر میں جو تحاریک ابھر رہی ہیں، ان کی قیادت کے حوالے سے یہ مظلوم طبقہ لوگوں کے لیے مرکزِ نگاہ بن چکا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ موصوف کا یہ رسالہ سیاسی کارکنوں کے لیے بہترین رہنما ثابت ہو گا۔ مکتبہ شیخ الاسلام لغاری روڈ رحیم یار خان سے دستیاب ہے۔

(علوی)

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی

دعوت اور تبلیغ

حضرت مولانا محمد الیاس جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب جھنجھانوی کے صاحبزادے اور جھنجھانہ (ضلع مظفر نگر) اور کاندھلہ کے صدیقی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ ۱۸۸۵ء میں پیدا ہوئے اور بچپن کاندھلہ اور دلی (نظام الدین) میں گزارا۔ آپ کے گھرانے کا حضرت شاہ عبدالعزیز فرزند جلیل امام ولی اللہ دہلوی سے خاص تعلق تھا چنانچہ مولانا کے والد مولانا محمد اسمٰعیل حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے فیض یاب تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ بی صفیہ کے نانا مولانا مظفر حسین، شاہ عبدالعزیز کے نواسے شاہ محمد اسحٰق کے نہایت عزیز شاگرد تھے۔ خود مولانا الیاس حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے بیعت تھے اور بچپن کی تربیت مولانا گنگوہی کی صحبت اور مجلس میں ہوئی۔ آپ کے بھائی مولانا محمد یحییٰ نے مولانا الیاس کی ابتدائی تعلیم حجۃ الاسلام امام ولی اللہ دہلوی کی چہل حدیث سے شروع کی بیس برس کی عمر میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن سے حدیث کا درس لیا۔ اور ان کے حکم کے مطابق مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری سے راہِ سلوک طے کی۔ آخر میں خود حضرت شیخ الہند سے بھی بیعت کی۔

۱۹۱۲ء میں آپ کی شادی اپنے حقیقی ماموں، مولانا رؤف الحسن صاحب کی صاحبزادی کے ساتھ ہوئی۔ اس مبارک تقریب میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب، مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری اور مولانا اشرف علی تھانوی تشریف فرما تھے۔

اپنے بڑے بھائی مولانا محمد صاحب کی وفات کے بعد ۱۳۳۸ھ (۱۹۱۹ء) میں مولانا الیاس نے نظام الدین (دہلی) میں رہنا شروع کر دیا اور وہاں اپنے خاندان کی مختصر سی درسگاہ کا جس میں زیادہ تر میواتی بچے پڑھتے تھے کا انتظام سنبھال لیا۔ پھر اہلِ میوات نے آپ سے درخواست کی کہ آپ میوات تشریف لے چلیں۔

مولانا الیاس اس بہادر اور جفاکش قوم کی اصلاح کے خیال میں مگن تھے چنانچہ آپ نے اس علاقے میں دینی مکتبوں اور مدرسوں کا اجراء کرنا ضروری سمجھا۔ حضرت مولانا کے نزدیک یہ کام ان کا ذاتی کام تھا۔ اس لئے اس کام میں وہ اپنا تن، من، دھن اسی طرح لگاتے تھے جس طرح ایک کاروباری آدمی اپنے کاروبار میں لگاتا ہے۔ یہ حقیقت

دینی کام کی۔ یہ بہت بلند مقام ہے اور نبوی کام کا حصہ ہے۔ لیکن بعد میں مولانا یہ دیکھ کر ان مکاتب سے مایوس ہو گئے کہ ان مدارس سے نکلے ہوئے طالب علم تعلیم و تربیت کا بہت تھوڑا اثر لیتے تھے۔ اور جو تھوڑا سا اثر لے کر جاتے ہیں وہ بھی ملک کے لادینی ماحول میں جا کر کھو دیتے ہیں۔ اصل میں ماحول کی یہ جزوی اصلاح ہے تعلیم کو مکمل طور پر اثر انداز ہونے کے لئے سارے نظامِ تعلیم، نصاب، اساتذہ، والدین کے نظریات، طریقِ تعلیم و تدریس کے بدلنے کی ضرورت ہے۔

تعلیم و تدریس کے تجربے سے آپ اس نتیجے پر پہنچے کہ اسلام کی تعلیم عوام میں جاری و ساری کی جائے یعنی صرف نابالغ بچے ہی مدارس میں تعلیم نہ پائیں بلکہ بالغ لوگوں کو بھی اسلامی تعلیمات سے روشناس کیا جائے۔ اور قرار دیا کہ سب سے پہلے ارکانِ اسلام میں سے کلمۂ توحید اور نماز کی ترغیب دی جائے چنانچہ آپ نے ۱۳۴۵ ہجری (۱۹۲۶ء) میں اس کا آغاز فرمایا اور تبلیغی گشت شروع کئے۔ مولانا کا منشا، بقول ان کے فاضل سوانح نگار مولانا سید ابوالحسن ندوی مدظلہ، یہ تھا کہ لوگ مظفر نگر اور سہارنپور وغیرہ علاقوں میں جا کر جو دین اور دینی علوم کا مرکز ہے دیندار لوگوں کے ساتھ رہیں، براہِ راست کانوں سے ان کی باتیں سن کر اور آنکھوں سے ان کا حال دیکھ کر دین سیکھیں۔ آپ چاہتے تھے کہ لوگ اللہ کی خاطر کھیتی باڑی اور کاروبار کا حرج اور قربانی کرنا سیکھیں۔

آپ فرماتے تھے کہ علم بغیر ذکر کے ظلمت ہے اور ذکر بغیر علم کے فتنہ ہے اور یہ تحریک و نظام ان دونوں کے سوا سراسر مادیت ہے۔ آخر کار علم و ذکر کا یہ آفتاب ۱۲ جولائی ۱۹۴۴ء کو لبِ بام آ گیا۔ آپ نے اس روز فرمایا کہ فلاں فلاں احباب پر مجھے اعتماد کامل ہے جو لوگ میری بیعت کرنا چاہیں وہ ان میں سے جس سے چاہیں بیعت کر لیں۔ ان حضرات نے مشورہ کر کے عرض کیا کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے "القول الجمیل" میں خلافت کی جو شرائط تجویز فرمائی ہیں وہ مولانا محمد یوسف میں پائی جاتی ہیں۔ آپ نے اس انتخاب کو منظور فرمایا اور زندگی کے آخری لمحات میں مولانا محمد یوسف سے معانقہ فرمایا اور جان جاں آفریں کے سپرد کی۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون

ہفت روزہ خدّامُ الدّین اور ترجمانِ اسلام کے خریداروں کیلئے

مژدۂ جانفزا

سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ کے بطلِ جلیل اور تحریکِ آزادیٔ ہند کے عظیم سپوت حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوری قدس اللہ سرہُ العزیز کی سوانح حیات بنام

یدِ بیضا

چھپ کر تیار ہو چکی ہے

اس کتاب کو جناب حامی عبیدی نے مرتب کیا۔ جبکہ جانشین شیخ التفسیر مولانا عبید اللہ انور اور مفکرِ ملت مولانا مفتی محمودؒ نے ابتدائیہ اور تقدمہ لکھا ــــ فیصلہ کیا گیا ہے کہ حضرت دینپوری قدس سرہٗ کی رُوح کو ایصالِ ثواب کی غرض سے یہ کتاب خدّامُ الدّین اور ترجمانِ اسلام کے مستقل خریداروں کو رعایتی قیمت پر دیجاتی ہے۔ چنانچہ ۲۵/۰۰ روپے کی یہ کتاب ۱۲/۰۰ روپے میں ہر خریدار کو مہیّا کی جائے گی اور محصول ڈاک بذمہ ادارہ ہوگا ــــ انشاء اللہ، مارچ ۸۹ء سے تمام خریداروں کو وی پی کے ذریعہ کتاب ارسال کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا جائیگا۔ تاہم جو حضرات کتاب نہ لینا چاہیں وہ اس تاریخ سے قبل اطلاع دے دیں ؛

مراسلت کا پتہ

ناظم شعبہ تالیف و اشاعت انجمن خدّامُ الدّین شیرانوالہ دروازہ لاہور

عبداللہ ملک

مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ لاھوری

کی مبسوط سوانح عمری اور تاریخ رقم کرتا ہے۔

یہ ایک عظیم شخصیت کی فقط داستانِ حیات ہی نہیں ہے بلکہ اس برصغیر میں مسلمانوں کے فکر کی پوری تاریخ ہے۔ جسے

عبداللہ ملک

نے اپنے مخصوص اسلوب میں قلم بند کیا ہے۔

یہ پہلی سوانح ہے جس میں

مولانا احمد علی کے زہد، تقویٰ اور پوری شخصیت ان کے اپنے زمانے کے ماحول، پس منظر اور مخصوص حالات کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔

یہ پہلی سوانح ہے جس میں

مولانا احمد علی کی شرک، بدعت اور قبر پرستی کے خلاف جدوجہد کی زبردست داستان بیان کی گئی ہے اور اس پوری جدوجہد کو ایک وسیع کینوس میں رکھ کر دکھایا گیا ہے۔

یہ پہلی سوانح ہے جس میں

- مولانا احمد علی کی داستانِ حیات کے ساتھ ساتھ ان کے پورے خانوادے کی تاریخ تفصیل کے ساتھ قلم بند کی گئی ہے۔
- اس میں ان کے بھائیوں کا تذکرہ ہے۔
- اس میں مولانا حبیب اللہ مرحوم پسر مولانا احمد علی مرحوم کی سوانح ہے یہ وہی مولانا حبیب اللہ تھے جو خود اپنے دور کے عدیم علم تھے، زہد و تقویٰ کے پیکر تھے اور جنہوں نے جوانی میں ہی داغِ مفارقت دیا اور وہ پورے ۲۰ بیس برس تک حرمین شریفین میں درس و تدریس میں مشغول رہے اور وہیں انہوں نے جان ہار دی۔
- مولانا حبیب اللہ کے عبداللہ ملک کے نام نایاب خطوط بھی اس میں شامل ہیں۔
- اس خانوادہ کی پہلی سوانح ہے، پہلی تاریخ ہے جس میں مولانا عبیداللہ انور جو اس وقت مولانا احمد علی مرحوم کے علم و فضل زہد و تقویٰ کے وارث ہیں کی اپنی سوانح بھی شامل ہے۔ اس میں ان کی سیاسی جدوجہد، ایوب شاہی کے خلاف ان کی لڑائی اور لاہور میں ان کی آمریت کے خلاف تحریک کی راہنمائی کی پوری داستان شامل ہے۔ (نایاب فوٹو۔ نایاب خطوط)

یہ کتاب دو جلدوں میں ہے۔ پہلی جلد پونے چار سو بڑے صفحات پر مشتمل ہے۔ آفسٹ پرنٹنگ، اعلیٰ سفید کاغذ۔ قیمت -/۴۰ روپے
۱۵/ اپریل ۱۹۷۹ء تک پیشگی قیمت بھیجنے والوں کو یہ کتاب ۳۵ روپے میں ملے گی اور ڈاک کا خرچ بھی ہمارے ذمہ ہوگا۔ آج ہی اس عظیم سوانح کی خریداری کے لئے پیشگی رقم بھیج کر اپنی کاپی محفوظ کرالیں

بک سیلرز حضرات تاجرانہ شرح پر مطلوبہ کتب کی رقم جمع کرادیں!

ملنے کا پتہ: **کوثر پبلشرز**
۴۶ شوکت حیات کالونی ماڈل ٹاؤن لاہور
فون نمبر (۸۵۱۴۰۰)